

إِنَّ أَكْرَمَ مَا رَحِمَ اللَّهُ نَفْسًا (القرآن)

سہ ماہی مجلہ

کتاب و سنت کا ترجمان علمی دعوتی و اصلاحی

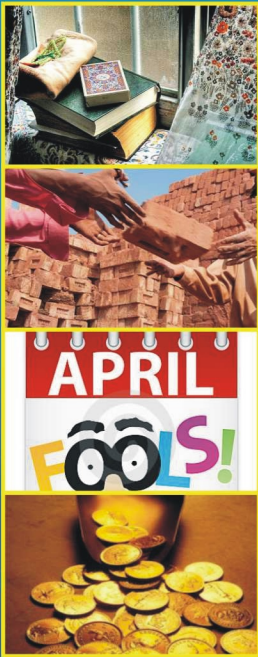
الملک حمید



نگران: حافظ اسعد محمود سلفی
مدیر: مجیب الرحمن سیاف

21

جمادی الاولیٰ جمادی الاخریٰ، رجب 1435ھ
مارچ، اپریل، مئی 2014ء



حدیث لولاک کی تحقیق

یوم مزدورال اور اسلام میں مزدوروں کے حقوق

اپریل فول کی تاریخی و شرعی حیثیت

کامیاب تاجر کے لیے نصیحتیں

محدث راجو وال رحمہ اللہ

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ ملتان
(مہاجر مکتبہ) ماڈل ٹاؤن کوہستان راولا

ناشر

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)



جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ، رجب 1435ھ
مارچ، اپریل، مئی 2014ء

سہ ماہی مجلہ
کتاب و سنت کا ترجمان علمی و دعوتی و اصلاحی

المکرم
21

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
بہتم جامہ حداد

نگران اعلیٰ

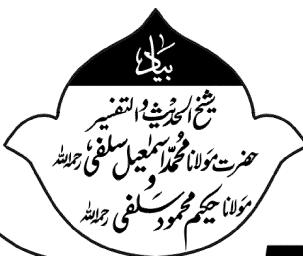
حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر

مجیب الرحمن سیاف

معاون

حسین شا کر زبیری



فہرست

- | | | |
|----|--|----------------------------------|
| ۴ | شیخ عبدالوحید ساجد | درس قرآن |
| ۵ | شیخ محمد مالک بھنڈر | درس حدیث |
| ۷ | مولانا رحمت اللہ شاہ کر | عقیدہ سے جہالت کے اسباب |
| ۱۳ | شیخ عبدالوحید ساجد | احکام و مسائل |
| ۱۷ | قاری ابوبکر المنہادی | عثمان بن سعید و رش مصری رحمہما |
| ۲۲ | شیخ عبدالرحمن ضیاء | حدیث لولا کی تحقیق |
| ۳۰ | مجیب الرحمن سیاف | یوم مزدوراں اور حقوق مزدور |
| ۳۷ | محمد عظیم حاصلوہری | کامیاب تاجر کے لیے نصیحتیں |
| ۴۰ | ابناہیم الحق | اپریل فول کی تاریخی و شرعی حیثیت |
| ۴۶ | مولانا ابو زبیر طاہر تنویر | تحیۃ الموتیین |
| ۴۹ | مرزا قادیانی کا عقیدہ و فقہی مسلک عبید اللہ لطیف چٹوٹی | |
| ۵۸ | مولانا ابن بشیر الحسینی | محدث را جوال |
| ۶۲ | حافظ فہد اللہ محمدی | فرشتوں کا تعارف |

مجلہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.almukarram.webs.com
Email: mukarram.grw@gmail.com

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید الزہر

پروفیسر حافظ ارشد

حافظ زبیر علی زکی

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

الشیخ عبدالوحید ساجد

الشیخ محمد عظیم حاصلوہری

ضیاء اللہ کھوکھر

اساتذہ جامعہ ہذا

طلبا جامعہ ہذا

انتظامیہ جامعہ ہذا

خط و کتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن ٹوبہ ٹیکسٹائل
0301-5073941/055-3846592

25 روپے زر تعاون

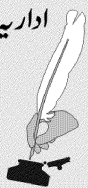
حافظ عبدالقدیر

0308-6522441

سرکاری سینٹر

ادارہ کا مضمون نگاری رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

ایتھنز کے لوگوں نے ٹرائے کو کیسے فتح کیا؟



شمالی وزیرستان میں مارے جانے والے اکثر افراد کے ختنے تک نہیں ہوئے یہ پڑھ کر مجھے تاریخ کی ایک داستان یاد آگئی ہے۔ یہ داستان یونان کے باسی جو دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں کہنے، فلسفے پر گفتگو کرنے اور اپنے آپ کو دنیا بھر سے بہتر مخلوق سمجھنے والے لوگوں کے شہر آفاق شہر ”ایتھنز (Athens)“ کی ہے۔ اسی شہر ”ایتھنز“ کا ایک رہائشی ”سکندر“ ایک دن دنیا کو فتح کرنے کا جنون لے کر چلا اور ملکوں کے ملک روندتا ہوا ہندوستان تک آپہنچا۔ شہر کے پڑوس میں ترکی کے ساحل پر ایک ایسا شہر آباد تھا جس کے باسی انتہائی نڈر اور بہادر تھے، اپنی آزادی پر آج برداشت کرنے والا اور نہ ہی کسی کی آزادی کو روندنے والا، بلکہ اپنی ہی خوشیوں میں اور اپنی ہی زندگی میں مگن رہنے والے اس شہر کا نام ”ٹرائے (Troy)“ ہے

جب قوموں کے رکھوالے زندہ اور بیدار مغز ہوں تو دشمن میدان میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایتھنز کے خود پرستوں نے کئی بار اسے اس شہر ”ٹرائے“ کو فتح کرنے کے لیے حملے کیے مگر ہر بار منہ کی کھانی پڑی۔ گھمسان کی لڑائیاں ہونے کے باوجود ان خود پرست یونانیوں کو ہمیشہ پسپا ہی ہونا پڑا۔ ادھر ٹرائے کے رہنے والوں نے بھی اپنے دفاع کے لیے شہر کے باہر ایک مضبوط فصیل بنائی تا آنکہ یونان کے سپاہیوں کو باہر ہی روکا جاسکے۔

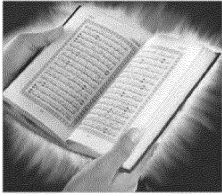
ایتھنز کے لوگوں نے ٹرائے کو فتح کرنے کے عزم کی تکمیل کے لیے کئی سال تک تیاری کی، سالہا سال کی تیاری کے بعد ہزاروں کشتیوں پر سوار سپاہی ٹرائے کے ساحل پر اس عزم سے اترے کہ اب شکست کھا کے نہیں جائیں گے، حتیٰ کہ ایتھنز سے سامان رسد کے لیے ایک علیحدہ فوج مقرر کی گئی۔ صرف یہیں بس نہیں بلکہ اہل یونان ٹرائے کو فتح کرنے کے لیے ارد گرد کی ریاستوں کی سپاہ بھی ہمراہ لے کر آئے۔ طبل جنگ بجا تو ٹرائے کے سپاہی انتہائی بے جگری سے لڑے، لڑائی کو طول پکڑتا دیکھ کر ٹرائے والوں نے شہر کی فصیل میں قلعہ بند ہونے کا سوچا اور چاروں طرف فصیل پر تیر انداز کھڑے کر دیے گئے یونان والوں نے متعدد بار دیوار کے قریب جانے کی کوشش کی مگر ری ایکشن انتہائی سخت دیکھنے کو ملا محاصرہ طول پکڑتا گیا۔ ایتھنز کے سپاہیوں کے مرنے کے باوجود پیچھے سے تازہ دم دستے آتے گئے، ادھر ٹرائے کے لوگ بھی اپنی دھرتی سے عہد وفا

نبھانے کے لیے تیار تھے۔

آخر ایک دن یونان کے سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سے جذباتی تقریر کی اور کہہ ہم ٹرائے کے بہادر لوگوں کو کبھی شکست نہیں دے سکتے۔ البتہ ایک دن پھر ہمیں ان سے شکست مل سکتی ہے مگر ہماری فوج کو یہ شکست دے سکتے ہیں مگر ہماری مکاری کو نہیں اور اس کے بعد اس نے اپنی فوج کو ایک دیوہیکل لکڑی کے گھوڑے کی تیاری کا حکم دیا کہ جو اندر سے خالی ہو اور کچھ ہی عرصے میں ایک دیوہیکل گھوڑا پیہوں پر چلنے والا بن گیا۔ رات کی تاریکی میں گھوڑے کو شہر کے بند دروازے پر پہنچا دیا گیا اور باقی ساری فوج کو اس طرح سے چھپا دیا گیا کہ جیسے یونان والے شکست تسلیم کر کے واپس چلے گئے ہوں۔

صبح ٹرائے والوں نے جب دیکھا کہ میدان یونان کے سپاہیوں سے خالی ہے بڑے خوش ہوئے جب شہر کے دروازے کو کھولا تو اتنے بڑے گھوڑے کو دیکھ کر سمجھے کہ شاید یہ ان کے خدا کی طرف سے مدد کا اشارہ اور فتح کا نشان ہے اور گھوڑے کو دھکیل کر شہر میں لے آئے اور سارا دن خوشی سے ناچ کر فتح کا جشن مناتے رہے، رات کو فتح کے جشن سے تھکے ہوئے ٹرائے کے لوگ جب بے خوف ہو کر سو گئے تو اس کھوکھلے گھوڑے میں چھپی یونانی فوج باہر نکلی اور سوئے ہوئے ٹرائے کے سپاہیوں کو قتل کر کے دروازہ کھول کر باقی فوج کو بھی شہر میں لے آئے اور یوں یونانی مکاری نے ٹرائے شہر کو فتح کر لیا۔

یہ داستان اس لیے یاد آ رہی ہے کہ اس وقت حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات پر مباحثے ہو رہے ہیں مگر ہمیں بھولنا نہیں چاہیے کہ حالیہ افغانستان جنگ جو دراصل پاکستان کو براستہ افغانستان فتح کرنے کا ایک محاذ تھا، اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس جنگ کے پس منظر امریکہ، انڈیا اور اسرائیل نے الکفر ملۃ واحدة کا ثبوت دیتے ہوئے عالم اسلام کی اولین ایٹمی قوت ارض پاکستان کو اس کے ایٹمی قوت ہونے کی بھرپور سزا دینے کی کوشش کی ہے لیکن ہمارے پاسبانوں نے ٹرائے کے فوجیوں کی طرح ہمیشہ عہد وفا کو نبھایا ہے اور اب تک ۳۰ ہزار سے زیادہ سیکورٹی فورسز کے جوان شہادت پا چکے ہیں۔ لیکن اب دشمن خود ٹرنے کی بجائے اپنی مکاری سے کام لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اس کے مکر سے ارض پاک میں کئی ایک میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا کرنے کے لیے بے تاب ہیں کوئی بلوچستان میں اور کوئی سرحد میں آستین کے سانپ کا رول پلے کر رہے ہیں مگر مجھے منہ سے نفاذ شریعت کا دعویٰ کرنے والے اور حقیقت میں غیر مختون لوگوں کو دیکھ کر نہ جانے کیوں آج ٹرائے کا گھوڑا پھر سے یاد آ رہا ہے۔



فحاشی کی ترویج ایک سنگین جرم ہے

مولانا عبدالوحید ساجد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾
(سورة النور: ۱۹)

”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو اخلاقی تعلیم دی ہے کہ اسلامی معاشرے میں اگر کوئی شخص بری بات سنے تو اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اسے لوگوں سے بیان نہ کرے، تاکہ بیمار ذہن افراد اور منافقوں کو مسلم سماج میں برائی پھیلانے کا موقع میسر نہ ہو۔ اس میں میڈیا والوں (خواہ پرنٹ ہو یا الیکٹرانک) اور اس کے پڑھنے اور دیکھنے کے دلدادہ و شائقین کے لیے بھی سامان عبرت ہے جو اہل اسلام میں اخلاقی انار کی پھیلانے اور تفریح کے نام پر بے حیائی کی گہری کھائی میں گرانے کے ذمہ دار ہیں۔ دین اسلام کے متفقہ اصول و ضوابط کو متنازع بنانا، آزادی اور اظہار رائے کے نام پر بے حیائی و فحاشی کو فروغ دینا، ترقی کے نام پر شعائر دین کو مسخ کرنا ان کا وطیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت میں سخت عذاب کی دھمکی دی ہے اور واضح کیا ہے کہ بری بات پھیلانے کے کتنے خطرناک اثرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں جنہیں تم اس قدر نہیں جانتے جتنا اللہ علیم و خیر جانتا ہے۔ لہذا ہر مسلم و مومن کو ان اخلاقی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ

تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ بقیہ صفحہ 6:

پانچ کلمات

شیخ محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ہذا)

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَا حُرَقَتْ سُبْحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ -

مسلم، الايمان، باب فى قوله ﷺ ان الله لا ينام، حديث (179)

"سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر پانچ باتیں ارشاد فرمائیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ سونا اس کی شان کے لائق ہے وہ میزان کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے اس کی طرف دن کے عملوں سے پہلے رات کے اعمال اور رات کے اعمال سے پہلے دن کے عمل بلند کئے جاتے ہیں۔ اس کا پردہ نور ہے اگر وہ اسے ہٹا دے تو اسکے چہرہ مبارک کے جلوے سے اس کی وہ تمام مخلوق جل جائے جس تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔"

اس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

(1)..... نیند اور آرام مخلوق کی ضرورت ہے تاکہ کام کرنے سے جو تھکاوٹ اور کمزوری ہوتی ہے اس کا مداوا ہو جائے اللہ حی و قیوم ہے جو تمام مخلوقات کو قائم رکھنے والا ہے اس لیے نہ تو اللہ تعالیٰ کو تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے نہ آرام و سکون کی ضرورت پیش آتی ہے قرآن مجید کی "سورہ ق" میں ارشاد ربانی ہے کہ ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تھکاوٹ نے

چھو اتک نہیں۔

(2)..... میزان ترازو کو جھکانے اور بلند کرنے کا ایک مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنی حکمت کے مطابق کسی کو روزی کم دیتا ہے اور کسی کو زیادہ اور رزق اس کے پاس سے نازل ہوتا ہے جس طرح تولتے وقت ترازو کے پلڑے اوپر نیچے ہوتے ہیں۔

(3)..... اعمال اللہ ہی کے سامنے پیش ہوتے ہیں کسی اور سامنے نہیں لہذا عمل کرتے وقت اس کی رضا پیش نظر رہنی چاہئے۔ اعمال کی یہ پیشی مختلف اعتبار سے الگ الگ مدت کے بعد ہوتی ہے جیسے اس حدیث میں ہے کہ چوبیس گھنٹے میں دوبار عمل پیش ہوتے ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔

(4)..... بندہ اس فانی جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کر سکتا نور کا پردہ اس کے اور مخلوق کے درمیان حائل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا گیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں! البتہ جنت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے۔

بقیہ درس قرآن

”کہہ دیں کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں یا چھپی ہوئی ہیں، اور گناہ کو، اور ناحق زیادتی کو، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں نازل کی اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔“

(الاعراف: ۳۳)

نیز فرمایا:

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمُ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾
 ”اور (وہ اللہ) بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“
 (النحل: ۹۰)

عقیدہ سے جہالت کے اسباب

مولانا رحمت اللہ شاکر

صحیح اسلامی عقیدہ سے جہالت و لاعلمی کے کئی ایک اسباب ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱..... صحیح اسلامی عقیدہ سیکھنے سے گریز: عقیدہ سے جہالت کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ اکثر لوگ صحیح عقیدہ جاننے پہچاننے اور سیکھنے سے روگردانی کرتے ہیں یا عقیدہ کی اصلاح کا بہت ہی کم اہتمام کرتے ہیں۔

۲..... آبا و اجداد کی پیروی: صحیح عقیدہ سے جہالت و لاعلمی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ اپنے آبا و اجداد کے طریقے پر بڑی مضبوطی سے قائم رہتے ہیں اور ان میں تعصب اس قدر بھرا ہوتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی بھی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتے حالانکہ اس عقیدہ کے غلط ہونے کا انہیں یقین اور اس کے برعکس عقیدہ کے حق ہونے کا علم بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ (البقرة: ۱۷۰)

”اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی (وحی) کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے آبا و اجداد کے طریقے پر چلیں گے اگرچہ ان کے آبا و اجداد کو کوئی عقل نہیں اور نہ ہی وہ ہدایت پر ہیں۔“

۳..... اندھی تقلید: عقیدہ سے بے خبری کا ایک سبب اندھی تقلید ہے کہ اس معاملہ میں بغیر کسی دلیل کے لوگوں کے اقوال تسلیم کرنا ہے۔ جیسا کہ اسلام مخالف فرقوں: جمہیہ، معتزلہ، اشاعرہ اور صوفیوں کا کام ہے جنہوں نے اپنے گمراہ اماموں کی تقلید کی، جس کے نتیجے میں وہ گمراہ ہوئے اور صحیح اسلامی عقیدے سے منحرف ہو گئے۔

۴..... اولیاء اور نیک لوگوں کے متعلق غلو: صحیح اسلامی عقیدے سے بے محرومی کا ایک سبب اولیاء اللہ اور نیک و صالح لوگوں کے متعلق غلو ہے۔ انہیں ان کے مقام سے بڑھا کر ایسا نظریہ قائم کرنا کہ وہ فلاں فلاں کام کر سکتے ہیں حالانکہ وہ کام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، مثلاً: فائدہ پہنچانا، نقصان کرنا وغیرہ۔ پھر ان اولیاء و صالحین کو لوگوں کی دعائیں قبول ہونے اور ان کی ضروریات کے پورا ہونے میں اللہ اور لوگوں کے درمیان واسطہ و وسیلہ خیال کرتے ہیں۔ بات چلتے چلتے ان کی پوجا و عبادت تک چلی جاتی ہے۔ ان کی قبروں اور مزاروں پر جانور ذبح ہونے لگتے ہیں ان کو پکارا جاتا ہے اور ان سے مدد مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا۔ اپنی ہی قوم کے نیک و صالحین کے متعلق کہنے لگے:

﴿لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾

”اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا“ (نوح: ۲۳)

یہ سب کچھ موجودہ دور کے قبروں کے پجاری مختلف علاقوں میں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

۵..... کائنات سے متعلقہ آیات سے عدم تدبر: صحیح اسلامی عقیدہ سے دوری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ لوگوں کی کثیر تعداد اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں اور معجزات پر غور و فکر نہیں کرتی جن کا تعلق آفاق سے ہے اسی طرح قرآنی آیات پر عدم تدبر ہے۔ انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ تو صرف انسان کا ہی کمال ہے اس بنا پر انسان کی تعظیم کرتے ہوئے تمام اشیاء کو اس کی طرف منسوب کرنے لگے کہ یہ سارے احسانات و انعامات انسان نے ہی دیے ہیں، جیسا کہ قارون نے بھی کہا تھا:

﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي﴾ (قصص: ۷۸)

”یہ (مال و دولت اور خزانے) مجھے میری عقل و ذہانت کی وجہ سے ملے ہیں۔“

اسی طرح انسان کا یہ کہنا ہے:

(فصلت: ۵۰)

﴿هَذَا لِي﴾

”یہ میرا ہی کمال ہے“۔

ایک اور مقام پر اس طرح ہے:

﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ (زمر: ۴۹)

”یہ (سب کچھ) میرے علم کی وجہ سے (مجھے) ملا ہے“۔

توحید کے متعلق بالکل سوچا ہی نہیں اور نہ ہی اس کے برعکس شرک کے متعلق کچھ خیال کیا ہے۔

عقیدہ میں جہالت سے بچاؤ کے طریقے

عقیدہ میں جہالت سے بچاؤ کے کئی ایک طریقے ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱..... کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع: عقیدہ میں جہالت سے بچاؤ کا سب سے اہم ترین طریقہ اور اصول کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع ہے جس سے صحیح عقیدہ نصیب ہوتا ہے۔ سلف صالحین کی یہ خوبی ہے کہ عقیدہ کتاب و سنت ہی سے لیتے ہیں اس امت کے آخری فرد کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس کے ذریعے سے پہلے لوگوں (صحابہ) کی ہوئی تھی۔ اس طرح سے بالکل فرقوں کے غلط اعتقاد اور ان کے شکوک و شبہات کا علم ہونا اور ان کے رد کی معرفت ضروری ہے تاکہ انسان ان سے محفوظ رہے۔ شر میں داخلہ سے محفوظ ہونے کے لیے اس کا علم ضروری ہے۔

۲..... صحیح عقیدہ سیکھنے کا اہتمام: صحیح عقیدہ کی معرفت کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے پڑھنے پڑھانے کا خاص اہتمام کیا جائے اور اسے خاص اہمیت دی جائے اور امتحانات میں اسے مستقل مضمون کی حیثیت سے مقرر کیا جائے۔

۳..... خالص عقیدہ پر مبنی سلف صالحین کی کتب کا اہتمام: عقیدہ میں جہالت سے نجات پانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ سلف صالحین کی عقیدہ پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کیا جائے اور گمراہ اور راہ راست سے منحرف فرقوں مثلاً: صوفی، بدعتی، جہمیہ، معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ کی کتابوں سے اجتناب کیا جائے۔ ہاں! ان کے باطل عقائد کی پہچان اور ان پر رد کرنے کی غرض اور

لوگوں کو ان سے باخبر کرنے کے لیے پڑھنا جائز اور درست ہے۔

۴..... نیک سیرت داعی کا ہونا: جہالت سے بچاؤ کے اسباب میں سے ایک سبب نیک سیرت داعی کا ہونا ہے جو سلف صالحین کے عقیدہ کی تحدید میں مصروف عمل رہتے ہوئے اس عقیدہ سے انحراف کرنے والے گمراہوں کی تردید کرتے ہیں۔

صحیح عقیدہ کے محاسن اور خوبیاں

1..... غیب پر ایمان: غیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو حواس خمسہ: کان، آنکھ، لمس (چھونا)، سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہ کیا جاسکے۔ عقیدہ سے متعلقہ تمام امور و مسائل جن کا ماننا بندے کے لیے ضروری ہے سب کا تعلق غیب کے ساتھ ہے، مثلاً: ایمان باللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آکرت پر ایمان اسی طرح تقدیر، قبر کا عذاب اور نعمتوں وغیرہ پر ایمان رکھنا۔

2..... جامع عقیدہ: صحیح اسلامی عقیدہ کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ مندرجہ ذیل تین چیزوں پر مشتمل ہے:

(۱)..... عبادت: صحیح اسلامی عقیدہ عبادت پر مشتمل ہے اور عبادت ہر اس ظاہری قول و عمل کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ پسند اور محبوب ہے۔ قلبی عبادتیں متعلقہ چیزیں مثلاً: محبت، خوف، امید، توکل وغیرہ سب شامل ہیں۔ اسی طرح فعلی عبادات مثلاً: نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ مالی عبادتیں: مثلاً: زکاۃ، اور نفلی صدقہ شامل ہیں۔

(۲)..... اللہ تعالیٰ اور بندے کا تعلق: اسی طرح انسان کا دوسرے انسانوں سے تعلق اس میں توحید کی تینوں اقسام اور مسئلہ الولاء والبراء (اللہ کے لیے دوستی، اللہ کی خاطر دشمنی) شامل ہے۔

(۳)..... حالت انسان، انسان کی دنیاوی، برزخی اور اخروی زندگی کی تمام حالتوں پر مشتمل ہے۔

3..... تو یقینی عقیدہ: اس عقیدہ کی تیسری بڑی خوبی یہ ہے یہ کتاب وسنت پر مبنی ہے اس میں اجتہاد ناک کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ اس کا منہ وماخذ تو یقینی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ میں یقین کامل کا کہونا ضروری ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب اس عقیدہ کے ماخذ یقینی ہوں۔ اور یہ شرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ہی حاصل ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کا قول:

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو ہر دور میں رسولوں کو مبعوث فرماتا رہا ہے اور ان کے بعد اہل علم کو جو گمراہوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے اور ان سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے ذریعے مردوں کو زندہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے نور سے اندھوں کو روشنی عطا کرتے ہیں۔ شیطان کے بہت سے متاثرین کو زندگی بخشی اور کتنے ہی راہ بھولے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کی۔ ایسے لوگوں کا انسانوں پر کتنا اچھا اثر ہے۔ کتاب اللہ کے متعلق غلو کرنے والوں کی تحریف کا دفاع کرتے ہیں۔ باطل عقیدہ رکھنے والوں کا رد کرتے اور جاہلوں کی تاویلوں کا رد کرتے ہیں جو بدعت کے عادی بن چکے ہیں۔ فتنہ عام کر رکھا ہے۔ کتاب کے متعلق ان کی رائے مختلف ہے بلکہ کتاب اللہ کے ویسے ہی مخالف ہیں کتاب اللہ کے ترک پر ان کا اجماع ہے۔ اللہ کی ذات پر اور ذات کے متعلق اور کتاب اللہ کے متعلق بغیر علم کے جہالت والی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

(الرد علی الجہمیۃ والزندقة لامام احمد بن حنبل: ۵۶، ۷۵۵)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا قول:

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت انبیاء اور ان کے تبعین کا کام ہے یہ امتوں میں انبیاء کے نائب ہیں۔ لوگ ان کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ ہر نازل ہونے والا حکم (وحی) آگے (لوگوں تک) پہنچادیں لوگوں سے بچاؤ اور حفاظت کی خود ذمہ داری لے لی یہی حال امت میں تبلیغ کرنے والے لوگوں کا ہے۔ دین میں چٹنگی اور تبلیغ کے حساب سے اللہ تعالیٰ انکی حفاظت فرماتا ہے۔ نبی کریم نے بھی تبلیغ کا حکم دیا ہے اگرچہ ایک آیت اور ایک ہی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ نبی

کریم کی سنتوں کو لوگوں تک پہنچانا دشمن کے سینے میں تیر مارنے سے زیادہ بہتر ہے تیر مارنے کے لیے تو بہت سے لوگ مل جاتے ہیں لیکن سنن کی تبلیغ تو صرف انبیاء ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ہمیں بھی ایسے لوگوں میں شامل فرمالے۔ آمین! (جلالہ الافہام: ۲۴۹)

طب نبوی ﷺ

محمد یحییٰ طاہر (مسؤل مکتب جامعہ ہذا)

نبی کریم ﷺ نے جہاں ہمیں حفظانِ صحت کے اصول سکھائے وہاں عند الضرورت بعض مریضوں کو علاج بھی بتائے تاکہ آنے والی نسلیں اصولِ علاج سے بھی آگاہ ہو جائیں آپ نے علمِ طب کسی استاد سے حاصل نہیں کیا اور نہ ہی اس کے متعلق کسی سے نسخے دریافت کیے بلکہ یہ فن وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو عطا کیا گیا تاکہ آپ ساری دنیا کے استاد بن جائیں۔

سرکہ انگوری

سرکہ انگوری کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب سے عمدہ خوراک (سالن) ہے۔

مسلم، الأشربة، باب فضيلة الخل، (۲۰۵۱)

کھانا ہضم کرتا ہے بدن کی گرمی توڑتا ہے ہریضہ کی حتمی دوا ہے۔ متلی، قے اور ضعفِ معدہ کے لیے نافع ہے آپ ﷺ کو ذاتی طور پر بھی سرکہ مرغوب الطبع تھا آپ ﷺ اکثر اس کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔

کلو نجی

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”شونیز (کلو نجی) تمام بیماریوں کی دوا ہے۔“

بخاری، الطب باب الحبة السوداء (۵۶۸۸) مسلم، السلام (۲۲۱۵)

کلو نجی ایک گرم و خشک دوائی ہے دانے چھوٹے چھوٹے اور تیز ہوتے ہیں سرد مزاج والوں کے لیے نہایت مفید ہے گرم مزاج والوں کو سرکہ کے ساتھ استعمال کرنی چاہیے سرکہ میں ملانے سے خارش کے لیے بھی فائدہ مند ہو جاتی ہے بلغمی اور صفراوی بخاروں کو دور کرتی ہے معدہ و آنتیں، دماغ اور ناک اس کے استعمال سے صاف رہتے ہیں اس کے اور بھی فوائد ہیں جو اطباء پر مخفی نہیں۔

احکام ومسائل

فقہ و فتاویٰ

مولانا عبدالوحید ساجد

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن

سُنو اِی..... وتر میں قنوت رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں، بالتفصیل رہنمائی فرمائیں۔

سائل: خلیل الرحمن آف لُج نوشہرہ ورکاں

جی آپ..... وتر میں قنوت قبل الركوع اور بعد الركوع دونوں طرح درست ہے۔ قبل الركوع کی دلیل امام نسائی بسند صحیح ابی بن کعب سے روایت لائے ہیں کہ

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوترُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى 'سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ، فَإِذَا فَرَغَ قَالَ عِنْدَ فَرَغِهِ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يُطِيلُ فِي آخِرِ هُنَّ))

”ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ تین رکعات وتر پڑھتے، پہلی میں سبح اسم ربك الاعلى، دوسری میں قل يا ايها الكافرون اور تیسری میں قل هو الله احد کی تلاوت کرتے اور (دعا) قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔ جب (وتروں سے) فارغ ہوتے تو سبحان الملك القدوس تین بار کہتے، آخری بار لمبا کرتے۔

(سنن النسائي: قيام الليل، باب كيف الوتر بثلاث؟: ۱۷۰۰)

اور بعد الركوع کی دلیل حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي وَتْرِي إِذَا رَفَعْتُ رَأْسِي وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا السُّجُودُ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي الخ))

”مجھے اپنے وتر میں پڑھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھائی جب میں اپنا سر

اٹھاؤں کہ صرف سجدہ باقی ہو: اللھم اھدنی..... آخر تک“ (مسند رک حاکم: ۴۸۰۰)
شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن اور شیخ استاذ نور پوری رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

سسو الی..... کیا باپ اپنی زندگی میں وراثت تقسیم کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟
قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔
عبدالقدیر پاکپتن

جیو اپ..... سورۃ النساء کی ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ نمبر آیت میں آٹھ مرتبہ ”ماترك“ اور ”مما ترك“ کے الفاظ، وراثت اور میراث کے الفاظ نیز لفظ ترك کا مفہوم، یہ سب حقیقت میں موت کے بعد چھوڑے ہوئے مال پر دلالت کرتے ہیں۔ لہذا ان دلائل کی رو سے کوئی انسان اپنے مال کو اپنی اولاد یا دیگر وارثوں میں وراثت کے طور پر تقسیم نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص جائیداد اپنی زندگی میں اس طرح بانٹ دیتا ہے تو وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ البتہ عطیہ اور ہبہ کے طور پر اپنے مال کا کچھ حصہ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو دے سکتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((إِنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا. فَقَالَ أَكُلْ وَلَدِكَ نَحَلْتُ مِثْلَهُ؟ قَالَ لَا، فَقَالَ فَأَرْجِعْهُ))

”ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا! میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اپنی تمام اولاد کو اس جیسا (غلام) دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا عطیہ واپس لے لو۔“

(بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ والد اپنی زندگی میں اپنے مال کا کچھ حصہ اپنی اولاد کو ہبہ یا عطیہ کر سکتا ہے البتہ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ اس عطیہ اور ہبہ میں ”للدکر مثل حظ الأنثیین“ والا اصول پیش نظر نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ یہ موت کے بعد میراث اور ترکہ میں ہے۔ زندگی میں اولاد کو عطیہ و ہبہ کرتے وقت لڑکے اور لڑکی کو برابر برابر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں:

((فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ إِنِّي أُعْطِيتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرْتَنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ أُعْطِيتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ لَا، قَالَ: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ))

”وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا! میں نے عمرہ بنت رواحہ کے لطن سے پیدا ہونے والے اس بیٹے کو کچھ عطیہ دیا ہے، اللہ کے رسول! عمرہ کے کہنے کے مطابق آپ کو اس پر گواہ بنانا چاہتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا: آیا تم نے اپنی تمام اولاد (مذکر و مونث) کو اتنا ہی دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد (مذکر و مونث) کے درمیان عدل و انصاف کیا کرو۔“ (بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۷)

سورۃ النبی..... کیا باپ یا بھائی، بہن بیٹی کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے؟ رانا علی مرتضیٰ گوجرانوالہ
جس کو آپ..... یہ سراسر قبل از اسلام زمانہ جاہلیت کی روش ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی سے رد کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”قال سعيد بن جبیر وقتادة: كان المشركون يجعلون المال للرجال الكبار ولا يورثون النساء ولا الأطفال شيئا، فأنزل الله: للرجال.....
الاية“

مشرکین مال بڑے مردوں کے لیے مقرر کرتے تھے، عورتوں اور بچوں کو وراثت میں سے کچھ نہیں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ”للرجال نصيب“ نازل کر دی۔

چنانچہ فرمایا:

”مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اس میں سے جو اس (مال) سے تھوڑا ہو یا بہت اس حال میں کہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔“

(سورة النساء: ۷)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



((إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ))

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کا حق مقرر کر دیا ہے۔“ (ترمذی، حدیث: ۲۱۲۰)

نیز فرمایا:

((الْحَقُّوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا))

”وراثت کے مقررہ حصے ان کے حق داروں کو دو۔“ (بخاری: ۶۷۳۲)

عورت (بیٹی ہو یا بہن) یا کسی بھی وارث کو حصہ نہ دینا کبیرہ گناہ ہے جو موجب سزا ہے، اللہ تعالیٰ نے تقسیم وراثت کے اصول بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾
(النساء: ۱۴، ۱۳)

”یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے اس کو وہ آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

لہذا کسی وارث کو وراثت سے محروم کرنا شرعاً جائز نہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ مجرم اور گناہ گار ہیں۔
هذا ما عندي والله أعلم.

میرا پسندیدہ شعر

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے (ذوق)

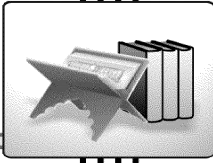
مراسلہ: حافظ زبیر الرحمن حاصل پوری



قاری ابو بکر المنشاوی
مدرس شعبہ تجوید و قرأت

امام نافع مدنی رحمہ اللہ کے دوسرے راوی

امام عثمان بن سعید ورش مصری رحمہ اللہ



(۱) نام و نسب عثمان نام، ابوسعید کنیت، ورش لقب اور شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے:

”عثمان بن سعید بن عدی بن غزوٰ بن داؤد بن سابق قبلی مصری“

(یا قوت الرومی، معجم الادباء: ۳۳/۵، مطبع ہندربہ بالموسکی مصر)

ورش کی کنیت میں بھی اختلاف ہے کسی نے ابوسعید کسی نے ابوالقاسم اور کسی نے ابو عمرو بتایا ہے لیکن علامہ ابن الجزری نے ابوسعید ہی کو سیدنا ورش کی کنیت قرار دیا ہے، یا قوت رومی نے بھی اسی کنیت کو زیادہ مشہور لکھا ہے (معجم الادباء: ۳۳/۵)

(۲) لقب

سیدنا عثمان بن سعید رحمہ اللہ کا لقب ورش تھا، لغت میں ورش ابیض اللون کو کہتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام نافع مدنی انہیں ورشان کہا کرتے تھے، مثلاً ورشان کہاں ہے؟ ورشان آؤ، ورشان پڑھو وغیرہ۔ علامہ دمیری کا بیان ہے کہ سیدنا ورش چونکہ بڑے خوش آواز تھے اس لیے امام نافع مدنی انہیں ورشان کہا کرتے تھے جو ان کا لقب ہو گیا اور کثرت استعمال کی وجہ سے الف اور نون ساقط و حذف ہو گیا اور صرف لفظ ورش باقی رہ گیا۔ (معرفة القراء: ۱/۱۵۳)

یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ اصل نام کی بجائے انکی شناخت ہی اس لقب سے ہونے لگی خود سیدنا ورش کو اپنے نام کی نسبت یہ لقب زیادہ پسند تھا علامہ ابن الجزری کا بیان ہے کہ سیدنا ورش اس لقب سے بہت خوش ہوتے اور فرماتے یہ میرے استاد کا عطا کیا ہوا ہے۔

(۳) ولادت وطن

سیدنا ورش ﷺ کی ولادت ۱۱۰ھ (۷۲۸ء) میں بزمانہ خلافت ہشام بن عبدالملک مصر میں ہوئی (ایضاً وشذرات الذہب: ۳۴۹/۱) علامہ سیوطی (م: ۹۱۱ھ) نے سیدنا ورش کا سن ولادت ۱۱۵ھ لکھا ہے (حسن المحاضرہ: ۲۹۷/۱) لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سیدنا ورش کی ولادت کے بارے میں تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی، علامہ سیوطی نے اپنی کی تائید میں کوئی وجہ اور دلیل بھی پیش نہیں کی ہے۔

(۴) حصول علم اور شیوخ

سیدنا ورش ﷺ مصری کی ابتدائی تعلیم کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتی ہیں، ۱۵۵ھ یعنی ۴۵ سال کی عمر میں منصور کے دور خلافت میں امام نافع بن ابونعیم مدنی سے تحصیل علوم قرآنی کے لیے مصر سے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ (معرفة القراء: ۱/۱۵۳ وغایة النهاية: ۱/۵۰۲)

امام نافع مدنی ﷺ کے یہاں کثرت طلبہ کی وجہ سے کسی شخص کو پڑھنے کا موقع بمشکل ہی ملتا تھا اور اگر کسی خوش بخت کو موقع ملنا بھی تو تیس آیات قرآنی سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی سیدنا ورش کو اپنی تعلیم کیلئے بعض لوگوں کی سفارش پیش کرنی پڑی اور کہا کہ یہ شخص حاجی یا تاجر نہیں محض حصول قراءت کی غرض سے مصر سے مدینہ آیا ہے امام نافع مدنی ﷺ نے کہا کہ آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ میں مہاجرین و انصار کی اولاد کی تعلیم کی وجہ سے کتنا عظیم الفرصت رہتا ہوں جب زیادہ اصرار کیا گیا تو رات کو مسجد نبوی میں رہنے کی تاکید کی اور جب فجر سے پہلے امام نافع مدنی مسجد میں تشریف لائے تو دریافت کیا کہ وہ مصری کہاں ہے؟ سیدنا ورش ﷺ حاضر ہوئے تو انہوں نے کچھ اصول و قواعد بنائے اور پڑھنے کا حکم دیا اور جب سیدنا ورش تیس آیات پڑھ چکے تو خاموش ہو جانے کا حکم دیا بعد ازاں انکے تلامذہ میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا اے شیخ! اللہ آپ کو عزت دے ہم آپ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہی رہتے ہیں اور یہ شخص مصر سے ہجرت کر کے آپ کے پاس صرف حصول علم قراءت کے لیے آیا ہے لہذا میں اپنے اوقات میں سے دس آیات کے بقدر وقت اس کو دیتا ہوں پھر اسی

طرح ایک اور نوجوان طالب علم نے ایثار و ہمدردی کا جذبہ دکھلایا جس کے بعد سیدنا ورش نے بیس آیتیں اور پڑھیں، اسی طرح چچاس، پچاس آیتیں کر کے کئی بار قرآن پاک پڑھا۔ اور بڑی مہارت و صلاحیت پیدا کی۔
(معجم الادباء: ۳۴/۵ و معرفة القراء: ۱۵۳/۱)

یونس بن عبد العلی کا بیان ہے کہ سیدنا ورش رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں امام نافع مدنی رحمہ اللہ کے سامنے قرآن پاک کا ساتواں حصہ پڑھتا تھا اور میں سات دنوں میں قرآن ختم کیا اور برابر ایسا ہی کرتا رہا یہاں تک کہ ایک ماہ میں چار مرتبہ قرآن مکمل کیا۔
(غایۃ النہایۃ: ۵۰۳/۱)

(۵) علمی تجر اور فن قراءت میں بلند پائیگی

سیدنا ورش مصری رحمہ اللہ اپنے علم و فضل اور تجر و جامعیت کیلے دیار مصر میں بہت مشہر و ممتاز اور نمایا تھے، بیالیس سال تک علم قراءت و تجوید کی خدمت کی، علاوہ ازیں لغت و عربیت اور نحو میں بھی وافر مقام تھا، ابن العما د حنبلی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

«وكان ماهرا في العربية» (شذرات الذهب: ۳۴۹/۱)

”سیدنا ورش عربیت کے ماہر تھے۔“

بعض تذکرہ نگاروں نے سیدنا ورش رحمہ اللہ کو نحوی بھی لکھا ہے یوسف الارزق کا بیان ہے کہ سیدنا ورش نے جب نحو میں مہارت حاصل کر لی تو علم قراءت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فن کی بڑی خدمت کی مدۃ العمر اسکی ترویج و اشاعت میں منہمک رہے اس فن میں ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، علامہ ذہبی اور علامہ ابن الجزری کا بیان ہے کہ:

((وكان ثقة، حجة في القراءة)) (غایۃ النہایۃ: ۵۰۲/۱)

”سیدنا ورش رحمہ اللہ علم قراءت میں ثقہ اور حجت تھے۔“

شیخ القراء المحققین و إمام أهل الأداء المرتلین ، انتهت إليه رئاسة

القراء بالديار المصرية في زمانه»

(شذرات الذهب: ۳۴۹/۱، و غایۃ النہایۃ: ۵۰۲/۱)



”محقق قراء کے شیخ اور صاحب ترتیل واداء کے امام تھے ان کے زمانہ میں ریاست قرأت انہی پر ختم ہوتی تھی۔“

علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

«وقال عيسى ثم عثمان ورشهم بصحبة المجد الرفيع ثاثلا»

”امام عیسیٰ پھر عثمان جو ورش ہیں امام نافع کی صحبت کی وجہ سے بلندی اور بزرگی

حاصل کی۔“

(۶) خوش الحانی

اہل مصر مدتوں سے اپنی خوش آوازی اور ترنم کے لیے پورے عالم میں امتیازی شان رکھتے ہیں، سیدنا ورش اس مصری امتیاز کے اعلیٰ نمونہ تھے بڑی ہی خوش الحانی اور تحقیق سے قرآن پاک پڑھنے والے تھے دمیری کا بیان ہے کہ سیدنا ورش بڑے ہی خوش آواز تھے، یونس بن عبدالاعلیٰ کا بیان ہے کہ سیدنا ورش کی قراءت عمدہ تھی اور وہ نہایت ہی خوش آواز تھے جب مد، تشدید اور اعراب ادا کرتے تھے تو سامعین اکتاتے نہ تھے، سید کلیم اللہ حسینی لکھتے ہیں:

”ان کی روایت میں تمام مدود طویل ہیں جو مصریوں کی جسامت اور بلند آواز سے

مناسبت رکھتے ہیں اس لیے ان خصوصیات کی وجہ سے مصری عموماً سیدنا ورش کی روایت سے

خوب تلاوت کلام پاک کرتے ہیں سیدنا ورش نہایت خوش الحان اور جید قاری تھے۔“

خود سیدنا ورش رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں اچھی اور بلند آواز والا تھا، جب میں قرآن پڑھنا شروع کیا تو

میری آواز سے مسجد نبوی گونج اٹھی۔ (معجم الادباء: ۳۴/۵ ومعرفة القراء: ۱۵۳/۱)

(۷) تلامذہ اور راوی قراءت

صاحب طبقات و تذکرہ نے سیدنا ورش کو کثیر التلامذہ لکھا ہے چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں:

احمد بن صالح، داؤد بن ابی طیبہ، ابوالریج سلیمان بن داؤد المہری، عامر بن سعید، ابوالاشعث الجہشی،

عبدالصمد بن عبد الرحمن بن القاسم، محمد بن عبد اللہ بن یزید کی، یونس بن عبدالاعلیٰ، ابوسعود اسود اللون،

عمر بن یسار وغیرہ۔ (معرفۃ القراء: ۱/۱۵۳ و غایۃ النہایۃ: ۱/۵۰۲)

ان کے علاوہ عبداللہ بن وہب اور اسحاق حجاج وغیرہ نے بھی فن قراءت کی سماعت کی۔

سیدنا ورش مصری رحمہ اللہ کے سب سے مشہور اور نامور تلامذہ میں یوسف الازرق کا شمار ہوتا ہے جو سیدنا ورش کی وفات کے بعد مسند قراءت پر متمکن ہوئے اور سیدنا ورش ہی کی قراءت کی ترویج و اشاعت کی اور انہیں کی قراءت کے راوی کہلائے۔

امام ابو یعقوب یوسف بن عمر بن یسار الازرق مصری ثقہ، صادق ضابطہ اور صاحب اتقان تھے، سیدنا ورش رحمہ اللہ سے بیس مرتبہ تحقیق و حدر کے ساتھ قرآن پڑھا خود کہتے ہیں کہ جب سیدنا ورش کے پاس تھا تو ترتیل و تحقیق سے پڑھتا تھا اور جب ان کے ساتھ اسکندریہ گیا تو حدر کے ساتھ قرآن پڑھتا تھا، خزانہ کا بیان ہے کہ اہل مغرب ان کے سوار وایت سیدنا ورش رحمہ اللہ کا کوئی طریقہ جانتے ہی نہ تھے۔ (۲۴۰ھ میں وفات پائی)

سیدنا ورش مصری رحمہ اللہ کی قراءت پوری دنیا میں پڑھائی جا رہی ہے بالخصوص ان ممالک میں الجزائر، مراکش، مالی نائجر، موریطانیہ، سینگال، مولیسیا، نائجیریا، چاڈ اور تیونس

(۸) وفات

سیدنا ورش مصری رحمہ اللہ کی وفات ۱۹۷ھ (۸۱۲ء) میں بصرہ ستاسی (۸۷) سال مصر میں مامون کے دور خلافت میں ہوئی، (ایضاً و علامہ دانی، التیسیر: ۴ و غایۃ النہایۃ: ۱/۵۰۳، ۳، و معجم الادباء: ۵/۳۳) اور موضع قرافہ صغریٰ کی خاک کا پیوند ہوئے کسی تاریخ گو نے تاریخ وفات عالم دانا سے نکالی ہے۔

علامہ ابن القاصح بغدادی کا بیان ہے کہ مشہور ہے کہ سیدنا ورش کی قبر قرافہ میں ہے (سراج القاری المبتدی: ۹ دار الفکر مصر) علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ جب میں مصر کے سفر پر تھا تو میرے احباب نے سیدنا ورش رحمہ اللہ کی قبر کے بارے میں بتایا اور مجھ کو قرافہ صغریٰ لے گئے تو میں اس کی زیارت کی (غایۃ النہایۃ: ۱/۵۰۳)



طاہر القادری صاحب کا ایک بہت بڑا مغالطہ اور اس کی حقیقت

حدیث لولاک کی تحقیق

مولانا عبدالرحمن ضیاء شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث جھنگ

[وسیلہ کے سلسلہ میں طاہر القادری صاحب نے یہ روایت کہ جب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے پروردگار میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں میری مغفرت فرمادے..... الخ قادری صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ اس روایت کو اجل علماء اور حفاظ حدیث نے اپنی کتب میں نقل کر کے صحیح کہا ہے۔ جن میں امام بیہقی، امام ابو نعیم، امام بخاری، امام طبرانی، امام بیہقی، امام ابن عدی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ ان تمام محدثین پر کھلا بہتان ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیا ہے۔ یہی بات پہلی اقساط میں بالتفصیل بیان ہوئی۔ اس قسط میں حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی مزید تحقیق دی جا رہی ہے۔]

«لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ»

اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا ہی نہ کرتا۔

یہ حدیث کتب تصوف اور عام لوگوں میں حدیث قدسی (اللہ تعالیٰ کا فرمان) کے طور پر معروف ہے اور اسی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو صاحب لولاک یا شاہ لولاک کے ساتھ ملقب کیا جاتا ہے اور اسی کی بنا پر بعض کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی نبوت بالذات ہے اور باقی تمام انبیاء کی نبوت بالعرض ہے اور اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی حرف نہیں آئے گا (تحدیر الناس از قاسم نانوتوی) اور اس بات سے قادیانی بہت خوش ہوتے ہیں۔

آئیے اس حدیث کی تحقیق کر لیں آیا یہ واقعۃً اللہ تعالیٰ کا یا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بھی یا کہ نہیں۔ اور محدثین کرام جو اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے وہ اس بارے کیا کہتے ہیں؟ کیوں کہ اللہ

تعالیٰ پر جو جھوٹ باندھا جاتا ہے کبھی بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو درپردہ نہیں رہنے دیا اسی طرح جو کوئی خود حدیث بنا کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ نے کبھی پردے میں نہیں رہنے دیا۔ جیسا کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«مَا سَتَرَ اللَّهُ أَحَدًا يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ۔»

جو کوئی حدیث میں جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے درپردہ نہیں رکھا بلکہ اس کا جھوٹ ضرور کھول دیا ہے۔

عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«لَوْ هُمْ رَجُلٌ فِي الْبَحْرِ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ لَا صَبَحَ وَالنَّاسُ يَقُولُونَ: فَلَانُ كَذَّابٌ۔»

’اگر کوئی شخص رات کے وقت سمندر کی تہہ میں جا کر حدیث میں جھوٹ بولنے کا ارادہ کرے تو بھی صبح کے وقت لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ فلاں شخص کذاب ہے۔‘

(شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۴۰۰)

اور محدثین کی شان تو یہ تھی کہ:

لَوْ قَتَلُوا لَمْ يُسَامِحُوا أَحَدًا فِي كَلِمَةٍ يَتَقَوْلُهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

(شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۴۰۱)

حدیث نبوی کو جھوٹ سے محفوظ رکھنے اور پاک کرنے کی خاطر انہوں نے اپنی جانیں بھی قربان کرنے سے گریز نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک لفظ کی بھی نسبت برداشت نہیں کی۔

وہ اسلام کے پاسبان تھے انہوں نے دین اسلام ہم تک اسی طرح پہنچایا جس طرح ان تک پہنچا تھا وہ تو احادیث کو اس طرح پرکھتے تھے جس طرح ماہر سنار سونے کو پرکھتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ، اسی لئے انہیں صیافۃ الحدیث (حدیث کی پرکھ رکھنے والے اور اس میں مہارت رکھنے والے ماہر سنارے) کہا جاتا ہے۔



حدیث لولاک کے مختلف الفاظ کے بارے میں محدثین کا فیصلہ

یہ روایت مختلف الفاظ سے ذکر کی جاتی ہے مثلاً:

نمبر ۱: «لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ»

”اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔“

مشہور محدث علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سلسلہ احادیث ضعیفہ جلد: ۱، صفحہ: ۲۹۹، حدیث: ۲۸۲ میں درج کیا ہے اور ساتھ ہی اس کے موضوع (بناوٹی اور من گھڑت) ہونے کا فیصلہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ اسے علامہ محمد بن حسن صغانی (وفات ۶۵۰ھ) نے ”الاحادیث الموضوعة“ نامی کتاب کے ص ۵۲ حدیث ۷۸ اور ملا علی قاری نے اپنی کتاب ”موضوعات“ میں درج کیا ہے اسی طرح امام شوکانی نے بھی اسے امام صغانی کے قول سے موضوع قرار دیا ہے

(الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة ص ۳۲۶ باب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۸). بعض جاہلوں نے اس روایت کی نسبت قرآن حکیم کی طرف بھی کر دی ہے افسوس صد افسوس! بعض بے علم لوگوں نے لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ کی نسبت قرآن کی طرف بھی کر دی ہے۔ مثلاً مولوی ابوالاعجاز محمد ادریس شاہ صاحب لکھتے ہیں:

چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

نیز لکھتے ہیں کہ اس مضمون کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

کہ اگر میں محمد کو پیدا نہ کرتا تو یہ زمین و آسمان بھی نہ بنائے جاتے۔

(گنجینہ سرور، ص: ۱۴۰، ۱۴۱ نیز دیکھیے حنفیت اور مرزائیت، ص: ۲۱۰، ۲۱۱)

یہ ہے ان لوگوں کا مبلغ علم کہ یہ ضعیف ترین و موضوع حدیث کی تصحیح کو کبھی اجل علماء و محدثین کی طرف منسوب کر رہے ہیں جیسا کہ قادری صاحب نے کیا ہے اور کبھی اسے قرآن کہہ رہے ہیں جیسا کہ ابوالاعجاز شاہ نے کیا ہے۔



میں ایک دفعہ اپنے ہی شہر جھنگ صدر میں محترم بھائی عبدالقدوس صاحب کی مسجد میں درس قرآن دینے کی غرض سے گیا، درس سے فارغ ہونے کے بعد سوالات کی نشست ہوئی تو ایک شخص نے مجھ سے اسی روایت یعنی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ۔ کے متعلق سوال کیا تو میں نے کہا یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں اس نے یقین کے ساتھ کہا کہ یہ الفاظ قرآن میں آتے ہیں میں نے اس کی نفی کی، اس نے اپنے اس کو برقرار رکھتے ہوئے اصرار کیا کہ یہ قرآن میں لکھا ہوا ہے، وہ میری کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ یہی کہے جاتا تھا کہ یہ روایت قرآن میں موجود ہے حتیٰ کہ ہم نے قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کے سامنے لا کر رکھ دیا تا کہ وہ اس سے نکال کر دکھائے تو نکال تو نہیں سکا لیکن کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔ (ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ)

ہمارے محترم فاضل مفتی شیخ عبدالرحمن عابد حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پھر لطف کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس (غیر ثابت) حدیث کو چرا کر اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ان الفاظ کے ساتھ مخاطب ہوا ہے: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا ہی نہ کرتا) (دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں للشیخ ابی الحسن مبشر احمد البانی حفظہ اللہ ج ۱ ص ۶۳)

نمبر ۲: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ۔

یہ مذکورہ بالا الفاظ بھی ملا علی قاری نے اپنی مشہور کتاب موضوعات کبیر میں ذکر کیے ہیں۔ یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آگ پیدا نہ کرتا۔

یہ الفاظ مسند دلیلی کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ لیکن موضوعات کبیر کے محقق نے لکھا ہے کہ ملا علی قاری کی ذکر کی ہوئی حدیث نہ ہی لفظاً صحیح ہے اور نہ ہی معنی اور دلیلی والی روایت بھی صحیح نہیں۔

اور علامہ البانی رحمہ اللہ، دلیلی رحمہ اللہ کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس کی صحت بیان کی ہو اور میں اگرچہ اس کی سند سے واقف نہیں ہوں سکا لیکن مجھے اس کے ضعیف ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے اس کے ضعیف ہونے کی اتنی دلیل ہی کافی ہے کہ یہ صرف مسند فردوس دلیلی میں ہی آئی ہے۔

(سلسلہ ضعیفہ، جلد: ۱ ص: ۳۰۰، تحت رقم الحديث: ۲۸۲)

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت دلیلی (وفات ۵۰۹ھ) کی کتاب فردوس الأخبار (جلد ۵ ص ۳۳۸ حدیث ۸۰۹۰) پر موجود ہے لیکن انھوں نے نہ ہی اس کی سند لکھی ہے اور نہ ہی کسی اور کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

نمبر ۳: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے موضوعات گبرلی میں ابن عساکر کے حوالہ سے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔

”اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔“

علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس روایت پر ابن جوزی نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے اور سیوطی نے ابن جوزی کے فیصلے کو برقرار رکھا ہے۔ نیز ایسوی نے اپنی تفسیر الدر المنثور جلد ۱ ص ۱۳۵ میں بھی اسے واہمی (انتہائی کمزور) قرار دیا ہے۔

(دیکھئے اللالی المصنوعة ۲۷۲/۱، سلسلہ ضعیفہ ۳۰۰.۲۹۹/۱)

اب اس سے بخوبی واضح ہوا کہ جنہوں نے دلیلی یا ابن عساکر کی روایت کو اپنا سہارا بناتے ہوئے اسے معنی صحیح قرار دیا ہے وہ کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے کیوں کہ دلیلی میں تو اس کی سند ہی موجود نہیں اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق جلد ۳ ص ۲۹۶، ۲۹۷ میں یہ روایت موجود ہے لیکن یہ بھی موضوع چنانچہ اس کے متعلق علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ لَا شَكَّ فِيهِ، وَفِي إِسْنَادِهِ مَجْهُولَانِ وَضَعَفَاءُ أَبُو السُّكَيْنِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْيَسَعِ وَقَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ: أَبُو السُّكَيْنِ ضَعِيفٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَيَحْيَى الْبَصْرِيُّ مَتْرُوكَانِ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: خَرَقْتُ أَحَادِيثَ يَحْيَى الْبَصْرِيِّ وَقَالَ الْفَلَّاسُ: كَانَ كَذَّابًا يُحَدِّثُ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً وَقَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ: مَتْرُوكٌ۔

(کتاب الموضوعات ۲ تحقیق دکتور نور الدین بن شکر طبع أضواء السلف ۱۹)

”خلاصہ یہ کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ موضوع (بناوٹی) ہے اس کی سند میں دو مجہول اور کئی ایک ضعیف راوی ہیں۔ ابوسلین ضعیف اور ابراہیم بن یسع اور یحییٰ بصری متروک ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بصری کی احادیث پھاڑ دی تھیں اور محدث فلاں نے کہا ہے کہ یحییٰ بصری کذاب تھا خود ساختہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔“

یہ بھی یاد رہے کہ موضوع روایت، موضوع روایت کا سہارا نہیں بن سکتی جس طرح کہ ایک نابینا دوسرے نابینے کا سہارا نہیں بن سکتا بلکہ اس سے تو اس کا موضوع ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ اسی لئے تو موضوعات کبیر کے محقق نے ملا علی قاری کے قول پر تنقیدی حاشیہ لگایا ہے۔

نمبر ۴: لَوْلَاكَ لَمَا أَظْهَرْتُ رَبُّوبِيَّتِي۔

”اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا۔“

ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب (ملفوظات حصہ چہارم، ص: ۴۴۷ طبع کارخانہ اسلامی کتب کراچی) میں لکھتے ہیں: میں نے حدیث میں نہیں دیکھا۔ ہاں صوفیہ کی کتاب میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ لَوْلَاكَ لَمَا أَظْهَرْتُ رَبُّوبِيَّتِي۔

اس سے پتہ چلا کہ کتب حدیث میں یہ لفظ نہیں اور کتب تصوف میں اس کا ہونا اس کے ثبوت کے لئے کافی نہیں۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ لَوْلَا اَلْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔

اسناد (حدیث کی سند بیان کرنا) دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جو کوئی جو کہنا چاہتا بنی

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کہہ دیتا (مقدمہ صحیح مسلم، ص ۱۲)

پھر ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے یہ حدیث ان الفاظ (لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا) ”اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا“ کے ساتھ صحیح بنانے کی کوشش کی ہے حالانکہ نمبر ۳ میں ان الفاظ کا موضوع ہونا آپ کو معلوم ہو گیا ہے۔

مزید از آں علامہ ابوالحسن ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو اپنی معروف کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ جلد ۱: صفحہ ۳۲۵ میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ اسے ابن جوزی نے موضوعات میں یحییٰ بصری کے طریق سے ذکر کیا ہے اور یحییٰ بصری تمار کے متعلق ابن عراق اپنی اسی کتاب تنزیہ (۱/۱۲۸) میں فرماتے ہیں کہ ابن عدی نے اسے متَّھَم (یعنی اس کے بارے میں کذب بیانی کا شک ہے) قرار دیا ہے۔

اور مزید فرماتے ہیں: وَفِیْهِ اَیْضًا مَّجْهُوْلُوْنَ وَضَعْفَاءٌ۔ اس میں مجہول اور ضعیف راوی بھی ہیں۔ (نمبر ۳: میں اس کی تفصیل دیکھ لیجئے)

اب اصول حدیث جاننے والا ایک طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس طرح کی متَّھَم اور ضعیف و مجہول راویوں والی حدیث کی وجہ سے کوئی موضوع حدیث صحیح نہیں بن جاتی۔
نمبر ۵: لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ اٰدَمَ وَ لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ لَا النَّارَ۔

(مستدرک حاکم ۲/۶۱۴، ۶۱۵)

”اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت اور آگ کو پیدا نہ کرتا۔“

امام ذہبی مستدرک کی تلخیص میں فرماتے ہیں کہ: (اُظُنُّهُ مَوْضُوْعًا عَلٰی سَعِیْدٍ)

(تلخیص المستدرک نمبر ۴۲۲۷)

میرا گمان ہے کہ یہ سعید بن ابی عروبہ کے ذمہ لگا دی گئی ہے اور ان پر تھوپ دی گئی ہے۔

اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَا اَصْلَ لَهُ مَرْفُوْعًا۔ (سلسلہ ضعیفہ، ج: ۱، ص: ۲۹۸، ۲۸۰) یعنی اس کے مرفوع (فرمان نبوی) ہونے کے لحاظ سے اس کا کوئی اصل نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن اوس ہے جس کے بارے میں شبہ ہے کہ اس نے یہ حدیث خود وضع کر کے سعید کی طرف منسوب کر دی ہے۔

اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں عمرو بن اوس راوی کے ترجمہ میں یہی حدیث درج کی ہے اور فرمایا ہے کہ «يُجْهَلُ حَالُهُ» یہ مجہول الحال ہے «اَتَىٰ بِخَبَرٍ مُّكْثَرٍ» اس نے ایک منکر حدیث ذکر کی ہے۔ (میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۲۴۶)

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (لسان المیزان، ج: ۴، ص: ۳۵۴، ترجمہ: ۱۰۴۰) میں امام ذہبی کے

اس کو منکر قرار دینے کو برقرار رکھا ہے اور ابن ملقن کی ”مختصر استدراک الحافظ الذہبی“ کے محقق عبداللہ بن حمد اللہ ان نے اسے موضوع ہی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے صفحہ ۲/۱۰۶۸) (واللہ اعلم)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وسیلہ کے متعلق وارد ہونے والی ان ضعیف احادیث نے (اس امت میں) جو برے آثار چھوڑے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت کے بہت سے افراد مشروع اور جائز توسل سے بدعی توسل کی طرف پلٹ گئے ہیں، کیونکہ میرے علم کے مطابق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسم مبارک کے ساتھ یا اس کی صفاتِ علیا میں سے کسی صفتِ عالیہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا مستحب ہے، اسی طرح آدمی کے اپنے کسی نیک عمل کا وسیلہ ڈال کر اللہ عزوجل سے دعا کرنا بھی مستحب ہے۔

(سلسلہ ضعیفہ، جلد ۱، ص ۹۴، طبع مکتبۃ المعارف السعودیہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم اور صحیح حدیث شریف کے مطابق عقیدہ رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شیخ الحدیث مولانا ثناء اللہ مجاہد رحمہ اللہ آف کچی والا بھی چل بسے

موت ایک اٹل اور ناقابل انکار حقیقت ہے جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں، جس طرح گلشن میں رنگارنگ پھول کھلتے ہیں اور پھر مرجھا جاتے ہیں، اور جن میں کچھ پھول ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی خوشبو مرجھانے کے بعد بھی رہتی ہے ایسے ہی ہمارے موصوف شیخ الحدیث مولانا ثناء اللہ مجاہد رحمہ اللہ (آف کچی والا فورٹ عباس) 25 فروری 2014ء بروز منگل صبح 5 بجے انتقال فرما گئے۔ مولانا اگرچہ اس گلشن حیات کو چھوڑ کر چل بسے لیکن ان کی یادیں اور باتیں انہیں دوستوں میں زندہ و تابندہ رکھیں گی، آپ 1969ء میں کچی والا آئے اور جہاں پر دین کی تبلیغ کا کام شروع کیا اور بچیوں کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا مولانا جامعہ تعلیم الاسلام للبنات کچی والا کے شیخ الحدیث تھے، نماز جنازہ کچی والا ہائی سکول کے گروئنڈ میں مولانا عبدالستار حامد آف وزیر آباد نے شام 5 بجے پڑھائی، راقم نے دیکھا کہ ہر آنکھ پر نرم تھی اور موصوف کی خدمات کو آنسوؤں سے خراج تحسین پیش کر رہی تھی۔ اللہم اغفر له وارحمه

[تحریر: محمد عظیم حاصل پوری]



یوم مزدوراں

اور اسلام میں مزدوروں کے حقوق

یومِ اِرحَمٰی
سیاف

یکم مئی 1986ء کو امریکہ کے شہر شکاگو میں عالمی مزدور تحریک کے کارکنان اپنے مطالبات منوانے کے لیے جمع ہوئے تو سامراجی طاقتوں کے حکم پر وحشی سپاہیوں نے انہیں گولیوں سے بھون ڈالا جو بچے تو زخمی ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔ اس کے تقریباً تین سال بعد 1989ء میں یہ فیصلہ سنایا گیا کہ ہر سال یکم مئی کو اس عظیم سانحے کی یاد میں یومِ مئی منایا جائے گا۔ جو کہ اب ایک تہوار کی شکل اختیار کر چکا ہے جس میں تحفظ حقوق مزدوراں تنظیموں کا مقصد صرف یہ رہ جاتا ہے، نشستن، گفتن و برخاستن۔ چند لوگ اکٹھے ہوئے نعرے لگے، شور و غوغا ہوا اور بس۔

جبکہ مزدور کی حالت یہ ہے کہ وہ مہنگائی کے عفریت کے اہنی پنوں میں جکڑا یا اس ونا امید سے اپنی سانسیں پوری کر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات۔

یکم مئی آتا ہے مزدور اپنے بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے فکر معاش میں اس دن سے بے خبر ہو کر نکل کھڑا ہوتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے یہ دن منانے سے بچوں کی بھوک نہیں مٹ سکتی۔ کچھ بطور احتجاج اور صاحب منصب لوگوں سے نالاں ہو کر خود کشی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ شاعر اپنے انداز میں کچھ یوں ترجمانی کرتا ہے:

یہاں مزدوروں کو مرنے کی جلدی کچھ یوں بھی ہے محسن
کہیں جیون کی کشمکش میں کفن مہنگانہ ہو جائے

مزدور جن کے آرام و سکون اور ترقی و خوشحالی کے لیے اپنی جان مارتا ہے وہ اسے صلہ کیا دیتے ہیں، سولہ سولہ گھنٹے یا اس سے کم و بیش کام اور اجرت اتنی کہ اچھا لباس، بیماری کی صورت میں کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج تو کجا اپنا کچن نارمل چلانا بھی مزدور کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر صاحب ثروت لوگ کبھی یہ سوچ لیں کہ ہم جو کچھ اپنے ماتحت افراد سے سلوک روا رکھتے ہیں اگر ہم ان کی جگہ ہوں تو کیا باسانی

اتنی اجرت میں اپنی ضروریات پوری کر سکیں گے۔ ایسی فکر کچھ تبدیلی کے امکانات روشن کر سکتی ہے اور بندہ مزدور کی تلخی میں کچھ کمی واقع ہو سکتی ہیں۔ لیکن بد قسمتی ایسی سوچ ناپید ہو چکی ہے جو دوسروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرے۔ یہاں تو حالات ہی کچھ اور ہیں بندہ جو تباہ بنانے کی فیکٹری میں ملازم ہے لیکن اچھا جوتا پہننا نصیب نہیں، بھٹے پر مزدور ہے لیکن اپنا مکان نہیں، سونے کی کان میں ملازم ہے لیکن اپنی بیٹی کے کانوں میں پیتل کی بالیاں ڈال کر بیاہ دیتا ہے۔

شاید مزدور کے لیے ہمدردی کا جذبہ اس لیے نہیں رہا کہ سونے کے چمچ لیے پیدا ہونے والوں نے جب آنکھیں کھولیں تو انہوں نے دولت کی ریل پیل دیکھی انہیں کیا خبر ایک مزدور کے مسائل کیا ہیں؟ اس کے تلخ اوقات کا ادراک وہی کر سکتا ہے جو خود ان حالات سے گزرا ہو۔

صرف اسلام کی ہی تعلیمات ہیں جو ایک مزدور کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتی ہیں جو ظلم اس نچلے طبقہ کے افراد پر ڈھایا جاتا ہے اسلام اس کی میسر مذمت کرتا ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیتا ہے۔ اسلام میں مزدور طبقہ کا مقام اور جوان کے حقوق بیان ہوئے ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مزدور کا مقام مرتبہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ ایک ہٹا کٹا نو جوان تیزی کے ساتھ آلات کسب لے کر سامنے سے گزر گیا، کسی نے کہا کاش یہ جوان اللہ کے راستے میں بھی اسی طرح کی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتا، یہ سن کر سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى وَلَدِهِ صَغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ يُعْظِمُهَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ))

”ایسا مت کہو، یہ شخص اگر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے جدوجہد کر رہا ہے تو یہ بھی اللہ کے راستے میں (جہاد کرنے والوں کی طرح) ہے، اگر اپنے ضعیف اور بوڑھے

والدین کے لیے جا رہا ہے تب بھی اللہ کے راستے میں ہے اور اگر وہ حرام رزق سے بچنے کی خاطر اپنی ذات کے لیے سعی کر رہا ہے تب بھی اللہ کے راستے میں ہے، ہاں اگر ریا کاری اور جوانی کے زعم میں اس کے یہ قدم اٹھ رہے ہیں تب یہ شخص شیطان کے راستے میں ہے۔“

المعجم الكبير للطبرانی (۲۸۲) وصحيح الترغيب والترهيب (۱۹۵۹)

کھانا کھانا، لباس پہنانا اور طاقت سے بڑھ کر کام نہ لینا

معروف کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے (مقام) ربذہ میں ملاقات کی اور ان کے جسم پر جس قسم کا تہبند اور چادر تھا اسی قسم کی چادر اور تہبندان کے غلام کے جسم پر تھا، میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص کو (جو میرا غلام تھا) گالی دی یعنی اس کو ماں سے غیرت دلائی تھی، یہ خبر نبی ﷺ (کو پہنچی تو آپ ﷺ) نے (مجھ سے) فرمایا کہ اے ابوذر! ((أَعْيَرْتَهُ بِأُمِّهِ؟ إِنَّكَ أَمْرٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تَكْلَفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ))

”کیا تم نے اسے اس کی ماں کی غیرت دلائی ہے، تم ایسے آدمی ہو کہ (ابھی) تم میں جاہلیت (کا اثر باقی) ہے تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، ان کو اللہ نے تمہارے قبضہ میں دیا ہے، جس شخص کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے چاہئے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے اور (دیکھو) اپنے غلاموں سے اس کام کا نہ کہو جو ان پر شاق ہو اور اگر ایسے کام کی ان کو تکلیف دو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔“

بخاری، الإيمان، المعاصی من أمر الجاهلية، ولا يكفر صاحبها بارتكابها إلا بالشرك (۳۰) ومسلم: (۱۶۶۱)

ساتھ بٹھا کر کھانا کھانا

ہمارے معاشرے میں مزدور طبقہ کے ساتھ مل کر کھانا عیب سمجھا جاتا ہے اور ان کو اپنی تقریبات میں بلانا اپنی شان کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام آجروا جیر کے درمیان بعد کو ختم کرنے کی تلقین

کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ، ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ، وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ، فَلْيَقْعِدْهُ مَعَهُ، فَلْيَأْكُلْ، فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوعًا قَلِيلًا، فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ))

”جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے اس کا کھانا تیار کرے پھر اسے لے کر حاضر ہو اس حال میں کہ اس نے اس گرمی اور دھوئیں کو برداشت کیا ہو تو آقا کو چاہیے کہ وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے پس اگر کھانا بہت ہی کم ہو تو کھانے میں اسے ایک یا دو لقمے اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔“

[مسلم، الأیمان، باب إطعام المملوك مما يأكل، وإلباسه مما يلبس، ولا يكلفه ما يغلبه (۱۶۶۳) و ابوداود (۳۸۴۶)]

بددعائہ کرنا

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ صاحب اقتدار یا مال دار لوگ اپنے ماتحت افراد کو گالی گلوچ کرتے ہیں ان کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں جنہیں ایک شریف آدمی سن بھی نہیں سکتا اور بعض اوقات ان کے لیے تباہی و بربادی کی بددعا کرنا شروع کر دیتے ہیں اسلام سلامتی دیتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى خَدَمِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تَوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى سَاعَةً نَبِيلَ فِيهَا عَطَاءٌ، فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ))

”بددعائہ کرو اپنے اوپر، نہ اپنی اولاد پر، نہ اپنے خادموں پر، اور نہ اپنے مالوں پر کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی ایسی ہو جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔“

ابوداود، باب النهی عن أن يدعو الإنسان على أهله وماله (۱۵۳۲)

ملازم کو سزا دینے سے پرہیز کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا قَطُّ، وَلَا امْرَأَةً))

”رسول اللہ ﷺ نے کسی خادم اور کسی عورت کو کبھی نہیں مارا۔“ مسند احمد (۲۵۷۱۵)

معاف کرنے کا حکم

انسان ہونے کے ناطے ملازم طبقہ سے غلطیاں ہو جاتی ہیں اس سے انسان کو آگ بگولہ نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ اپنے اندر برداشت پیدا کرنی چاہیے اور صبر کا دامن تھامنا چاہیے جس قدر ممکن ہو ان سے درگزر ہی کی جائے یہی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ!

((كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمْتُ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ، فَصَمْتُ، فَلَمَّا كَانَ

فِي الثَّالِثَةِ، قَالَ: اَعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً))

”ہم خادم کا کس حد تک جرم معاف کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے اس نے پھر وہی بات

کہی آپ ﷺ پھر خاموش رہے جب تیسری مرتبہ اس نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے

فرمایا کہ۔ ہر روز ستر مرتبہ اپنے غلام کو معاف کرو۔“

ابوداؤد، الأدب، باب فی حق المملوک (۵۱۶۴) و ترمذی (۱۹۴۹)

اجرت نہ دینا

ایسا ظالم طبقہ بھی موجود ہے جو کام پورا لیتا ہے اور اجرت کم دیتا ہے یا پھر بالکل ہی نہیں دیتا بلکہ کچھ تو مطالبے کہ صورت میں حد ظلم پھیلا نگتے ہوئے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں ایسے بدنصیب لوگ اللہ تعالیٰ کو دشمنی کی دعوت دیتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:



((ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أُعْطِيَ بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ))

”میں قیامت کے دن تین آدمیوں کا حریف اور مد مقابل ہوں گا ایک وہ جو میرا نام لے کر عہد کرے پھر توڑ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھائی، تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا کام پورا لیا لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔“

بخاری، البيوع، باب إثم من باع حرا (۲۲۲۷) وابن ماجه (۲۴۴۲)

اجرت دینے میں جلدی کرنا

کچھ لوگ مزدوری کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کچھ جان بوجھ کر تاخیر کرتے ہیں اسلام ان کو اچھا نہیں کہتا بلکہ حتی الوسع جلد از جلد ادائیگی کر دی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَحِفَّ عَرَقُهُ))

”مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کر دو۔“

ابن ماجه، الرهونه، باب أجر الأجراء (۲۴۴۳)

کبیرہ گناہوں سے بچو

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو: لوگوں نے کہا حضرت وہ کیا چیزیں ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا:

① اللہ کے ساتھ شرک کرنا ② جادو کرنا ③ کسی کو ناحق قتل کرنا

④ سود کھانا ⑤ یتیم کا مال کھانا

⑥ لڑائی (یعنی میدان جنگ) سے بھاگ جانا

⑦ پاکباز مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔

[صحیح بخاری (۲۶۱۵، ۶۴۶۵) وصحیح مسلم (۸۹)] مراسلہ: عبداللہ طاہر (گوجرانوالہ)



شراکت والے کاروبار میں خیانت سے بچیں

بسا اوقات معاشرے میں سے یہ ایک شکایت آتی ہے کہ ہمارے کاروبار کے شریک کاروبار میں خیانت کرتے ہیں اور اگر ایک شریک خیانت کرتا ہے تو دوسرا بھی خیانت شروع کر دیتا ہے جس سے کاروبار توتا ہوتا ہے وہ اللہ کے بھی مجرم بن جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾

”یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“ [الأنفال: ۵۸]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«أَذِ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ اتَّمَمْتَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ».

”جس نے تیرے پاس امانت رکھی ہے اس کی امانت ادا کر اور جو تیرے ساتھ خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر۔“

ابوداؤد، (۳۵۳۴) الترمذی (۲۶۷) صحیح

یاد رکھیں امانتوں میں خیانت صرف منافق کرتے ہیں مومن نہیں۔ بخاری، الإیمان (۲۴)

مشکوٰۃ کاروبار نہ کریں

ایسا کاروبار جس کے اندر شک ہو کہ نہ جانے یہ حلال ہے یا حرام تو ایسے کاروبار کو چھوڑ دینا ہی انسان کی دنیا و آخرت کے لیے بہتر ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يُرِيْبُكَ» البخاری تعلیقاً (۲۰۵۲)

”شک و شبہ والی اشیاء چھوڑ کر ان اشیاء کو اپنا و جن میں شک و شبہ نہیں ہے۔“

ویسے بھی اگر کوئی ایسی چیزوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے جو مشتبہ اور مشکوک ہوتی ہیں تو وہ چیزیں آدمی کو حرام کی طرف لے جاتیں ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حلال اور حرام واضح ہے لیکن ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے:

«فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ».

جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا“

صحیح البخاری، الإیمان (۵۲) مسلم (۱۰۹۶)

مسجد میں خرید و فروخت نہ کریں

رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے:

ابوداود، البيوع (۱۰۷۹) حسن

بلکہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

جب تم مسجد میں کسی شخص کو خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہو:

«لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ».

”اللہ تعالیٰ تمہارے کاروبار میں نفع نہ کرے۔“

الترمذی، البيوع (۱۳۲۱) ابن خزيمة (۱۳۰۵) صحیح

بیع عینہ نہ کریں

آدمی کوئی چیز مقررہ قیمت پر معین وقت تک کے لیے فروخت کرے جب یہ معین میعاد پوری ہو جائے تو خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے کہ زائد رقم اس کے ذمہ باقی ہی رہے اسے



بیع عینہ کہتے ہیں جو ناجائز ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:
 «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ
 الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ»

”جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے بیلوں کی دموں کو پکڑ لو گے کھیتی باڑی میں ہی راضی ہو
 جاؤ گے اور جہاد ترک کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیں گے اور اس ذلت کو
 تم سے اس وقت تک دور نہیں کریں گے جب تک تم اپنے دین کی طرف پلٹ نہ
 آؤ۔“ أبو داود، البيوع (۳۴۶۲) صحیح

کاروبار میں رشوت کا لین دین نہ کریں

ہر موقع ہر وقت ہر چیز میں رشوت سے بچو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:
 «لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي» .

”رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔“
 سنن ابن ماجہ، (۲۳۱۲) صحیح

ایک دوسری حدیث میں ہے:

«لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّاشِيَّ وَالْمُرْتَشِيَّ»

”رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“
 ابو داود (۳۵۸۰) صحیح

تجارت کے سلسلے میں لمبی دیر گھر سے باہر نہ رہیں

تجارت اور روزی کمانے کے سلسلے میں دور دراز کا سفر کرنا اور بیرون ملک جانا درست ہے
 جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَآخِرَ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾

”اور تم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں تاکہ تم اس کے

فضل سے (معاش) تلاش کرو“ (النحل: ۱۴)

اس آیت میں ”فضلہ“ سے مراد تجارت کے ذریعے رزق تلاش کرنا ہے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بغرض تجارت کئی ایک ممالک کی طرف سفر کیے لیکن یہ یاد رکھیں کہ ایسا صرف شریعت کی جازت سمجھ کر کرنا ہی درست ہے جو لوگ لمبے لمبے عرصہ تک اپنے گھروں سے دور رہتے ہیں اور بیوی بچوں کو تنہا چھوڑ کر بیرون ملک چلے جاتے ہیں وہ بہت سے حقوق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے روز قیامت اللہ کے ہاں مجرم اور سزاوار ہوں گے۔

کسی کا مال غصب نہ کریں

بعض تاجر بلا تحقیق اپنی طاقت اور روپے کے بل بوتے پر کسی ناجائز جگہ پر قبضہ کر لیتے ہیں اور کمزور آدمی کو اپنی طاقت سے پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور پھر یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے یہ جگہ فلاں آدمی سے خریدی ہے حالانکہ انھیں حقیقت کا علم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے کے مال کو ناحق کھانے اور لینے کو حرام قرار دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَدِمَائُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ».

تمہارے مال اور تمہارے خون آپس میں تم پر حرام ہیں۔“ البخاری، العلم (۶۷)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ افْتَتَحَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ»

”جس نے ایک بالشت زمین بھی زیادتی کرتے ہوئے کسی سے چھین لی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اتنا حصہ زمین ساتوں زمینوں سے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیں گے۔“

بخاری، المظالم والغصب (۲۴۵۲) ومسلم (۶۱۲)

تاجر حضرات اور خصوصاً پراپرٹی ڈیلرز ایسی زمین جو غصب کی ہو یا مال غصب شدہ ہو اسے نہ خریدیں اور نہ ہی بیچیں۔

اپریل فول کی تاریخی و شرعی حیثیت



اعز الحق نعیم، ضیاء الحق نعیم

بسم الله والحمد لله حمدا كثيرا كما يليق بجلال وجهه وعظيم سلطانه،
والصلاة والسلام على نبي الهدى، من بعثه ربه ليتمم من الأخلاق
مكارمها ومحاسنها، وليكون للعالمين نبراسا وهاديا وإماما، اما بعد!
مسلم معاشرے میں چند ایسے تہوار فروغ پا چکے ہیں جو غیر اسلامی ہونے کے ساتھ ساتھ سچائی کے
منافی بھی ہیں، اپریل فول (April Fools' Day) بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ اس تہوار کی
شرعی حیثیت بیان کرنے سے قبل اس کا معنی بیان کرنا اور تاریخی جائزہ لینا مناسب حال ہے۔

اپریل انگریزی سال کا چوتھا مہینہ ہے، رومن میں اس ماہ کو اپریس (APRILIS) کے
نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ 'APERIRE' سے ماخوذ ہے جس کا معنی "کھلنا" ہے۔ اس ماہ کی
اپنے نام سے مناسبت یہ ہے کہ اس ماہ میں پھول اور کلیاں کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

(CHAMBERS'S ENCYCLOPAEDIA, Vol:1, P:353)

فول نادان، سادہ لوح اور بیوقوف جیسے معانی میں مستعمل ہے۔

(CONCISE OXFORD DICTIONARY, P:318)

بطور تہوار اپریل فول سے مراد جھوٹ بول کر ایک دوسرے سے مذاق کرنا اور بیوقوف بنانا ہے۔

(فیروز اللغات اردو جامع)

تاریخی پس منظر

اپریل فول کی مستند تاریخی حقیقت کسی کتاب میں مذکور نہیں، البتہ چند وجوہات یا واقعات
زبان زد عام ہیں اور ان میں بھی مؤرخین کا خاصا اختلاف ہے، جن میں سے صرف دو کا ذکر بالا اختصار
کیا جا رہا ہے:

(۱).....۱۵۶۳ء تک نئے سال کا آغاز مارچ کے آخر میں ہوتا تھا اور سال کا افتتاحی جشن ۲۱ یا ۲۵ مارچ سے یکم اپریل تک منایا جاتا تھا۔ پوپ گریگوری ۸ (Pope Gregory XIII) نے ایک نیا کیلنڈر متعارف کروایا جس میں سال کا آغاز جنوری سے ہوتا تھا، چنانچہ چارلس ۹ (Charles IX) نے اس کیلنڈر کو رائج کر دیا۔ غیر ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ کے باعث بہت سے لوگ اتنی بڑی تبدیلی سے لاعلم رہے اور بدستور نئے سال کی تقاریب پہلے کی طرح ہی مناتے رہے۔ جن لوگوں کو اس تبدیلی کا علم ہو چکا تھا انہوں نے اس تبدیلی سے ناواقف لوگوں کو مذاق کا نشانہ بنایا اور ان کو اپریل فول کے طنزیہ نام سے پکارنے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ یہ لوگوں میں عام ہوتا گیا حتیٰ کہ اسے باقاعدگی سے منایا جانے لگا۔

(۲)..... اندلس پر تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) سال مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ مسلم حکومت پر جب وقت زوال آیا تو عیسائی دوبارہ ان علاقوں میں قابض ہو گئے حتیٰ کہ سپین (اندلس کا علاقہ) پر بھی قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے خون کی ندیاں بہا دیں۔ ان حالات کو دیکھ کر بعض مسلمانوں نے اپنا روپ عیسائیوں جیسا بنا لیا۔ عیسائیوں نے جاسوس چھوڑے تاکہ بچے ہوئے مسلمانوں کی نشاندہی کر کے انہیں قتل کیا جائے، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ ۲ (Ferdinand II) نے ایک منصوبہ تشکیل دیا اور اس منصوبے کے تحت ملک بھر میں ایک مہینہ اعلان عام کروایا کہ تمام مسلمان غرناطہ میں جمع ہو جائیں تاکہ انہیں بحری جہاز کے ذریعے دوسرے علاقے میں لے جا کر مسلمانوں کا الگ ملک آباد کیا جائے، اعلان میں اس بات کی یقین دہانی بھی کروائی گئی کہ انہیں امن و امان سے لے جایا جائے گا اور دھوکہ دہی نہیں کی جائے گی۔ اعلان سن کر تمام مسلمان غرناطہ میں الحمر کے نزدیک بڑے بڑے میدانوں میں جمع ہو گئے جہاں ان کے لیے خیمے لگائے گئے تھے۔ مسلمانوں کو بحری جہاز پر سوار کیا گیا جس میں بچے، بوڑھے، مرد و خواتین سب موجود تھے اور جہاز وہاں سے روانہ ہوا۔ جب گہرا سمندر آیا تو ان بد بخت عیسائیوں نے اپنے منصوبے کے تحت اس جہاز کو غرق کر دیا اور تمام مسلمانوں کو ابدی نیند سولا دیا۔ یہ سانحہ قریباً پانچ سو (۵۰۰) سال قبل یکم اپریل کو وقوع پذیر ہوا۔

اس واقعہ کے بعد سپین میں خوب جشن منایا گیا کہ دیکھو ہم نے مسلمانوں کو کیسے بیوقوف بنایا.....؟ پھر یہ سانحہ یا جشن سپین سے تجاوز کرتا ہوا پورے یورپ میں فتح عظیم کی شکل اختیار کر گیا جسے اپریل کے بے وقوف (First april fool) کا نام دیا گیا۔

مسلمانوں میں اپریل فول

یہ تہوار صرف غیر مسلموں میں ہی معروف تھا، کچھ عرصہ قبل اس تہوار کو مسلمانوں میں عام کرنے کے لیے اس کی حقیقت کو پس پردہ رکھتے ہوئے مسلمانوں میں متعارف کروایا گیا جس میں مغربی معاشرے سے متاثر لوگوں نے شمولیت اختیار کر کے انگریزوں کی اتباع کی، حتیٰ کہ دور حاضر میں ہر مسلم اس تہوار کو منانے میں مشغول نظر آتا ہے حالانکہ صادق و مصدوق ”محمد رسول اللہ ﷺ“ نے بطور تنبیہ مسلمانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ ایک وقت تم پر ایسا آئے گا کہ تم یہود و نصاریٰ کی اتباع اس طرح کرو گے جیسے بالشت برابر بالشت اور بازو برابر بازو ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی یہودی کسی گاوہ (ایک جنگلی جانور جو زمین میں بل بنا کر رہتا ہے) کے سوراخ میں گھسا ہوگا تو تم بھی ویسا ہی کرو گے۔

(بخاری: ۳۴۵۶)

اپریل فول کے نقصانات

اپریل فول کے متعلق جتنے بھی تاریخی شواہد ہیں ان تمام شواہد کو اکٹھا کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اپریل فول منانا مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کے خسارے کے علاوہ کچھ بھی نہیں، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(۱)..... جھوٹ

جھوٹ سے مراد ہر وہ خبر جو حقیقت حال کے برعکس ہو شرع میں جھوٹ ہی شمار ہوتی ہے خواہ اس خبر کا تعلق قول، فعل، اشارہ یا سکوت سے ہی کیوں نہ ہو۔ جھوٹ انسان کے لیے سراسر ہلاکت کا سامان ہے۔ اسلام سے قبل بھی جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے، شاہ روم ”ہرقل“ نے جب نبی علی ﷺ کے متعلق سوالات کیے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

((قَوْلَ اللَّهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْتِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ))

اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہو کہ میری طرف جھوٹ کی نسبت کی جائے گی تو میں

ضرور (آپ ﷺ کے متعلق) جھوٹ بولتا۔“ (بخاری: ۷)

اسلام میں بھی جھوٹ سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ..... إلخ)) (مسلم)

”جھوٹ سے بچو یقیناً جھوٹ انسان کو برائی کی طرف اور برائی انسان کو جہنم میں لے جاتی

ہے۔.....“

((آيَةُ الْمَنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ..... إلخ))

”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے.....“

یعنی جھوٹ منافقین کی خصلت ہے جسے اختیار کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

حتیٰ کہ اسلام نے بطور مذاق بھی جھوٹ بولنے کی مذمت کی ہے اور اس کو مسلمان کی ہلاکت کہا ہے:

((وَيَلُّ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيَلُّ لَهُ وَيَلُّ لَهُ))

(أبو داود: ۴۹۹۰ وحسنه الألبانی)

”بربادی ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹی بات اس لیے کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے

لیے بربادی ہے، اس کے لیے بربادی ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

يَا لِسَانَ قُلْ خَيْرًا تَغْنَمَ وَاسْكُتْ عَنْ شَرٍّ تَسْلَمَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُتَدَمَّ

”اے زبان! اچھی بات کرنا تمہارے لیے غنیمت ہے، اور ندامت اٹھانے سے قبل بری

بات سے خاموش رہنا باعث سلامتی ہے۔“

(۲)..... اللہ کے دشمنوں کی خوشی میں شرکت:

غیر مسلموں کے تہوار میں شرکت سے اسلام نے سرزنش کی ہے، حتیٰ کہ ان کی کسی بھی خاص عادت یا

مذہبی شعار کو اپنانے سے بھی شرع نے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾

امام مجاہد، طاؤس، أبو العالیۃ، ابن سیرین، ضحاک، ربیع بن انس رحمہم اللہ اور دیگر مفسرین اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ الزور سے مراد مشرکین کے تہوار (أعیاد المشرکین) ہیں۔

نبی ﷺ کا فرمان:

((مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (مسند احمد: ۵۱۱۵)

”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔“

اور نبی ﷺ کا فرمان:

((خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ))

”مشرکین کی مخالفت کرو۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اجْتَنِبُوا أَعْدَاءَ اللَّهِ فِي أَعْيَادِهِمْ)). (رواہ البیہقی بسند صحیح)

”اللہ کے دشمنوں کی عیدوں میں (ان کی موافقت سے) بچو۔“

(۳)..... اللہ کی ناراضی

اللہ کی ناراضی صرف فعلا ہی نہیں ہوتی بلکہ اکثر انسان اپنے قول کے باعث اللہ کی ناراضی کا مستحق بن جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

((وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ تَعَالَى لَا يُلْقِي لَهَا بَلًّا يَهْوِي

بِهَا فِي جَهَنَّمَ)) (بخاری: ۶۴۷۸)

”انسان لا پرواہی برتتے ہوئے اللہ کی ناراضی والا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کے سبب وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔“

(۴)..... مسلمان بھائی سے دھوکا دہی کا ارتکاب

دھوکے باز جس طرح معاشرہ میں اپنا اخلاق کھو بیٹھتا ہے اسی طرح روز قیامت بھی ذلت و رسوائی اس کا مقدر ٹھہرے گی، نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ)) وفی روایہ ((لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٍ عِنْدَ إِسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ))

(بخاری: ۶۱۷۷ و مسلم: ۱۷۳۸)

”روز قیامت بطور علامت ہر دھوکے باز پشت پر ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا جو اس کے دھوکے کی علامت ہوگا اور اسکے دھوکے کی نوعیت کے مطابق اونچا کر دیا جائے گا۔“

قارئین! اپریل فول کی حقیقت، اس کا پس منظر اور اس کے نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہنا برحق ہے کہ غیر مسلموں کے تمام تہوار کا شمار اخلاق رذیلہ میں ہی ہوتا ہے حالانکہ دین حنیف ہمیں اخلاق حسنہ اپنانے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ اخلاق حسنہ ہی مافی الضمیر کے تزکیہ کی بنیاد ہے جو مسلمان کی زینت، سلف صالحین کا زیور اور زندگی کا بہترین ساتھی بھی ہے۔ اخلاق حسنہ کا ایک کامل جزء ’سچائی‘ ہے جس سے متصف ہونے کا حکم اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (التوبة: ۱۱۹)

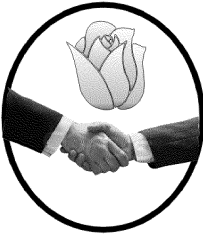
”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ..... إلخ)) (مسلم)

”سچ بولا کرو، سچ سے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔“

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وما توفيقى إلا بالله العلي العظيم.



تحية المؤمنين

(ابوزہیر طاہر تنویر بہاولنگری)

۱..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (سورة النور: ۲۷)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا کسی اور گھر میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ انس معلوم کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام کہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

۲..... ﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةٌ طَيِّبَةٌ﴾

”جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پہ سلام کہو زندہ رہنے کی دعا، جو اللہ کی طرف سے پاکیزہ و بابرکت ہے۔“ (سورة النور: ۶۱)

نوٹ: ان دونوں آیتوں سے دلیل ملتی ہے کہ جب آدمی کسی گھر میں داخل ہو تو سلام کہے۔

۳..... گھر والوں پر کتنی دفعہ سلام کرنا چاہیے؟

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ فَسَلَّمَ ثَلَاثًا)) (بخاری. حدیث: ۴۴۲۶)

”بیشک رسول اللہ ﷺ جب کسی کو سلام کہتے (اور جواب نہ ملتا) تو تین دفعہ سلام کہتے۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے:

لو سلم وظن انه لم يسمع فتسن الاعادة مرة ثانية وثالثة ولا يزيد على

الثلاثة (فتح الباری، ج: ۱۱، ص: ۴۳)

”اگر سلام کہے اور سمجھے کہ اس نے سنا نہیں تو دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ بھی سلام

کہنا مسنون ہے لیکن تین سے زائد مرتبہ نہ کہا جائے۔“

۴..... اگر تین مرتبہ سلام کرنے کے بعد جواب نہ آئے تو کیا کرے۔؟

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور میں نے تین دفعہ سلام کہا پھر واپس آ گیا جب انہوں نے دوبارہ مجھے طلب کیا تو میں نے کہا:

”فَسَلَّمْتُ عَلَىٰ بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ يَرُدُّوْا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ“

”میں آپ کے دروازے پر آیا اور تین دفعہ سلام کیا اور آپ نے کوئی جواب نہ دیا اس لئے

میں لوٹ گیا۔“ (صحیح مسلم، حدیث: ۶۲۶۵ [مکتبہ دارالسلام])

۵..... جب کسی غیر کے گھر پر سلام کرے تو وہ پوچھے کون؟ تو جواب میں اپنا نام بتانا چاہیے۔

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی طرف گئی

((فسلمت فقال: من هذه؟ فقلت انا ام هاني))

(بخاری، حدیث: ۲۸۰، مسلم، حدیث: ۱۶۶۹ [مکتبہ دارالسلام])

”میں نے سلام کہا تو آپ نے پوچھا کون؟ میں نے جواب میں کہا ام ہانی۔“

۶..... دستک دینے کے بعد گھروالے پوچھیں کون تو جواب میں ’میں، میں‘ کہنا جائز نہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

((اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَدَعَوْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: اَنَا، قَالَ: فَخَرَجَ

وَهُوَ يَقُولُ اَنَا اَنَا)) (مسلم، حدیث: ۵۶۳۵ [مکتبہ دارالسلام])

”میں نبی ﷺ کے پاس آیا پس میں نے آواز دی آپ ﷺ نے فرمایا کون؟ تو میں نے کہا

:میں، تو آپ باہر نکلے اس حال میں کہ آپ فرما رہے تھے میں، میں۔“

اور بخاری کے الفاظ ہیں انہ کرہا (۶۲۵۰) گویا آپ ﷺ نے اسے ناپسند جانا۔

اس حدیث سے دلیل ملتی ہے کہ نام بتانا ضروری ہے۔ میں میں نہیں کہنا چاہیے۔ اس کے علاوہ سیدنا ابو

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَجِئْتُ فَقَالَ مَنْ هَذَا؟)) (فتح الباری، جلد ۱۱، ص: ۴۴)



میں آیا پس آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا میں ابو بربیدہ ہوں۔

۷..... سلام کرنا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: إِذَا لَقَيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ))

”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی سے ملے تو سلام کر۔“

(صحیح مسلم، حدیث: ۵۶۵۱ [مکتبہ دارالسلام])

۸..... کسی کو جتنی دفعہ ملے اسے اتنی دفعہ سلام کہیے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے کہ سیدنا خلا درضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور نماز ادا کی اور آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا:

وعلیک السلام، واپس جا اور دوبارہ نماز پڑھ پھر دوسری دفعہ آیا اور سلام کیا

(بخاری، حدیث: ۶۲۵۱)

اس حدیث سے دلیل ملتی ہے کہ مسلمان، مسلمان کو جتنی دفعہ بھی ملے سلام کرنا چاہیے۔

۹..... کیا مرد غیر محرم عورت کو سلام کر سکتا ہے یا نہیں؟

سیدنا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ انْصَرَفْنَا وَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا))

”جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس ہوتے تو (ایک بڑھیا) کو سلام کہتے۔“ (بخاری: ۶۲۴۸)

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر رحمہ اللہ، مہلب رحمہ اللہ قول نقل کرتے ہیں کہ مرد عورتوں کو سلام کر سکتے ہیں

اور عورتیں مردوں کو اگر فتنے کا ڈرنہ ہو۔ (فتح الباری، ج: ۱۱، ص: ۴۳)

مرزا غلام احمد قادیانی

کا عقیدہ و فقہی مسلک، ایک اشکال کا ازالہ

عبد اللہ لطیف چھتوی چک نمبر 36 گ ب ستیانہ بنگلہ

بعض لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اہلحدیث ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور اس کی آڑ میں مسلک اہلحدیث اور اکابر اہلحدیث پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے عوام کو مسلک اہلحدیث سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ بات قابل گرفت نہیں ہو سکتی کہ ارتداد سے قبل مرتد ہونے والے شخص کا عقیدہ و مسلک کیا تھا؟ اگر ہم اس بات کو قابل گرفت ٹھہرائیں تو پھر ہمیں سوچنا ہوگا کہ طلحہ اسدی جس نے نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی اسلام قبول کیا تھا وفات النبی ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہو گیا اور بعد ازاں صدیق اکبرؓ کے دور خلافت کے آخر میں دوبارہ مسلمان ہو گیا تھا تو کیا جب وہ مرتد ہوا تو اس کے مرتد ہونے سے پہلے کے افکار و نظریات کو مورد الزام ٹھہرا سکیں گے؟ یقیناً نہیں۔ لیکن یہاں پر تو گنگا ہی اٹی بہہ رہی ہے کہ اصل حقائق کو مسخ کرتے ہوئے معروف حنفی عالم ابوالقاسم رفیق دلاوری اپنی کتاب رئیس قادیان میں رقمطراز ہے:

”ارتداد سے پہلے مرزا صاحب اور حکیم نور الدین صاحب دونوں اہلحدیث تھے اور چونکہ اس وقت تک ان کے مذہبی رویہ میں اسلام کی کچھ نہ کچھ رُمق باقی تھی اس لیے یہ خود بھی اب تک اہلحدیث کہلاتے تھے۔“ (رئیس قادیان صفحہ 271، طبع چہارم 2007ء)

محترم قارئین! اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تَصِيبُوا قَوْمًا بَٰجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

”اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری لاعلمی کی وجہ سے کسی قوم کو تکلیف پہنچے اور تمہیں نادم ہونا پڑے۔“

(سورة الحجرات آیت نمبر 6)

یعنی کسی بھی خبر اور معاملے کو بغیر تحقیق کے تسلیم نہیں کرنا چاہئے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کی تحقیق کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ اور فقہی مسلک کیا تھا۔ مرزا قادیانی اپنے فقہی مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

”اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔“

(ریو بویر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی صفحہ 7 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 212)

مرزا بشیر احمد اپنے باپ مرزا قادیانی کا موقف واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں تو سارے اماموں کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصیت کے ساتھ علم و معرفت میں بڑھا ہوا سمجھتے تھے اور ان کی قوت استدلال کی بہت تعریف فرماتے تھے۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 334 روایت نمبر 360 طبع چہارم)

مرزا غلام احمد قادیانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

”بعض آئمہ نے احادیث کی طرف توجہ کم کی ہے جیسا کہ امام اعظم کو فی رضی اللہ عنہ جن کو اصحاب الرائے میں سے خیال کیا گیا اور ان کے مجتہدات کو بواسطہ وقت معانی احادیث صحیحہ کے برخلاف سمجھا گیا ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم روایت اور فہم و فراست میں باقی آئمہ ثلاثہ سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کی خدا داد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ (قدرت) تھی اور ان کی فطرت کو کلام الہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لیے وہ درجہ علیہا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 530) 531 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 385

محترم قارئین! یہ تو تھے مرزا قادیانی کے حنفی مذہب اور فقہ حنفی کے حق میں دلائل اور اب مرزا قادیانی کا اہلحدیث اور وہابیوں کے بارے میں بھی موقف ملاحظہ کر لیں۔

بعد میرا ناصرواب صاحب جو کہ محکمہ نہر میں ملازم تھے ان کا ہیڈ کوارٹر بھی خاص قادیاں میں تھا اور وہابی مذہب کے تھے مرزا صاحب اہل سنت والجماعت (حنفی) مذہب کے تھے کبھی کبھی دونوں کو اکٹھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو اکثر اپنے اپنے مذہب کے متعلق بحث و مباحثہ کیا کرتے۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 688 روایت نمبر 759 طبع چہارم)

مرزا بشیر ادرسی جگہ لکھتا ہے:

”خواجہ عبدالرحمن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میرے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کی نیت باندھتے تھے تو حضور اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں تک پہنچاتے تھے یعنی یہ دونوں آپس میں چھو جاتے تھے۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 744) 745 روایت نمبر 823 طبع چہارم)

ایک اور جگہ ملاحظہ فرمائیں:

”خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ میرے والد میاں حبیب اللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے نماز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع ملا اور چونکہ میں احمدی ہونے سے قبل وہابی تھا میں نے اپنا پاؤں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں کیساتھ ملانا چاہا مگر جب میں نے اپنا پاؤں آپ کے پاؤں کے ساتھ رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں کچھ اپنی طرف سرکا لیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کیلئے اس طریق سے باز آ گیا۔“ (سیرت المہدی جلد اول صفحہ 313 روایت نمبر 344 طبع چہارم)

اس روایت کے آخر میں مرزا بشیر احمد رقمطراز ہے:

”مگر اس (پاؤں سے پاؤں ملانے) پر اہلحدیث نے اتنا زور دیا اور اس قدر مبالغہ سے کام لیا ہے کہ یہ مسئلہ ایک مضحکہ خیز بات بن گئی۔ اب گویا ایک اہلحدیث کی نماز ہو ہی نہیں سکتی جب تک وہ اپنے ساتھ والے نمازی کے کندھے سے کندھا اور ٹخنہ سے ٹخنہ اور پاؤں سے پاؤں رگڑاتے ہوئے نماز ادا نہ کر لے حالانکہ اس قدر قرب بجائے مفید ہونے کے نماز میں خواہ مخواہ پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 314 روایت نمبر 344 طبع چہارم)

مرزا بشیر کہتا ہے:

”مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود۔۔۔۔۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ۔۔۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے بزرگ اور اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جو سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں سمجھتے تھے اور میں ان کی نمازوں کو ضائع شدہ نہیں سمجھتا۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 334) 335 روایت نمبر 361 طبع چہارم

مرزا قادیانی خود رقمطراز ہے:

”اس میں چند اہل حرج نہیں معلوم ہوتا ہے خواہ کوئی کرے یا نہ کرے احادیث میں بھی اس کا ذکر دونوں طرح پر ہے اور وہابیوں اور سنیوں کے طریق عمل سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کیونکہ ایک تو رفع الیدین کرتے ہیں اور ایک نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی وقت رفع الیدین کیا اور بعد ازاں ترک کر دیا۔“

(ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی جلد 3 صفحہ 193 طبع چہارم)

وتر کے متعلق مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”اکیلا وتر ہم نے کہیں نہیں دیکھا وتر تین ہیں خواہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر تیسری رکعت پڑھ لو خواہ تینوں ایک ہی سلام سے آخر میں التحیات بیٹھ کر پڑھ لو ایک وتر تو ٹھیک نہیں۔“

(ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی جلد 3 صفحہ 213 طبع چہارم)

بریلوی، اہلحدیث اختلافی مسائل میں مرزا قادیانی کا موقف

1..... حیات النبی واولیاء اللہ

حیات النبی ﷺ کے بارے میں مرزا قادیانی بریلوی مسئلہ کی تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

”نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق کے درمیان شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ جیا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے۔“

(کشتی نوح صفحہ 13 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 14)



پاک دل لوگوں سے ملاقات

” (فوت شدہ انبیاء کرام) بیداری میں پاک دل لوگوں سے کبھی کبھی زمین پر آ کر ملاقات بھی کر لیتے ہیں ہمارے نبی ﷺ کا اکثر اولیاء سے عین بیداری کی حالت میں ملاقات کرنا کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور مؤلف رسالہ ہذا (مرزا قادیانی) بھی کئی دفعہ اس شرف سے مشرف ہو چکا ہے۔ والحمد لله ذالک۔ «

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 126 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 حاشیہ صفحہ 226) اپنے متعلق دعویٰ کرتا ہے:

”چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا اور فرمایا کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔“

(فتح اسلام حاشیہ صفحہ 16 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 16)

بذریعہ کشف آنحضرت ﷺ سے احکامات پوچھنا
آنجنابی مرزا قادیانی رقمطراز ہے:

”اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت ﷺ سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو بتا دیتے ہیں یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبرائیل علیہ السلام منکشف ہو جاتا ہے پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصحیح کر لیتے ہیں بہتری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہت سی حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔“

(ازالہ اوہام صفحہ 77» 78 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 177» 178)

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھنا اور یا رسول اللہ مدد کہنا

محترم قارئین! مرزا قادیانی اور اس کی ذریت حنفی دیوبندیوں میں سے حیاتی گروہ اور حنفی

بریلویوں کی طرح ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھنا اور یا رسول اللہ مدد کہنا“ جائز سمجھتی ہے چنانچہ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”خواجہ عبدالرحمان صاحب ساکن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد صاحب نے ایک مرتبہ ذکر کیا کہ جب میں شروع شروع میں احمدی ہوا تو قصبہ شوپیاں علاقہ کشمیر کے بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے «صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلمک اللہ یا رسول اللہ» کے پڑھنے کے متعلق استفسار کروں یعنی آیا یہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں سو میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں اس بارہ میں خط لکھا حضور نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ پڑھنا جائز ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس استفسار کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں تو کیا اس صورت میں بھی آپ کو ایک زندہ شخص کی طرح مخاطب کر کے دعا دینا جائز ہے۔ سوا گریہ روایت درست ہے تو حضرت مسیح موعود کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کی روحانیت زندہ ہے اور آپ اپنی امت کے واسطے سے بھی زندہ ہیں اس لیے آپ ﷺ کے لیے خطاب کے رنگ میں دعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے ایک شعر میں آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر آپ سے مدد اور نصرت بھی چاہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :

”اے سیدالوروی! مددے وقت نصرت است“

یعنی اے رسول اللہ ﷺ! آپ کی امت پر ایک نازک گھڑی آئی ہوئی ہے۔ میری مدد کو تشریف لائیے کہ یہ نصرت کا وقت ہے۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 553/554 روایت نمبر 579 طبع چہارم)

غوثیت اور قطبیت

مرزا غلام احمد قادیانی متنبی رقمطراز ہے:

”میں جس راہ کی طرف بلاتا ہوں یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر غوثیت اور قطبیت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام ہوتے ہیں جو لوگ مجھے قبول کرتے ہیں ان کی دین و دنیا بھی اچھی

ہوگی۔“ (ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی جلد 2 صفحہ 54 طبع چہارم)
محترم قارئین! مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی حنفی تھا تو اس نے
بعض مسائل میں فقہ حنفی سے اختلاف کیوں کیا؟ اس اعتراض کا جواب قادیانیوں کی کتاب فقہ احمدیہ میں کچھ
اس طرح موجود ہے:

”فقہ احمدیہ میں عام مدون فقہ حنفی سے بعض امور میں اختلاف کیا گیا ہے یہ اختلاف فقہ حنفی
کے اصولوں سے باہر نہیں۔ پس جس طرح حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے آپ کے شاگردوں مثلاً
حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ یا حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف فقہ حنفی کے دائرہ سے ان کو باہر
نہیں لے جاتا اور ان کے اس اختلاف کو فقہ حنفی کی مخالفت نہیں سمجھا جاتا اسی طرح فقہ احمدیہ کا بعض
امور میں اختلاف فقہ حنفی کے مخالف قرار نہیں دیا جاسکتا خصوصاً جبکہ یہ اختلاف انہی اصولوں پر مبنی
ہے جنہیں فقہاء حنفی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ فقہ احمدیہ کے وہی مأخذ ہیں جو فقہ حنفی کے ہیں۔“

(فقہ احمدیہ مشتمل بر احکام شخصیتہ صفحہ 15 شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ)
محترم قارئین! مرزا قادیانی کے حنفی المذہب ہونے کے بارے میں احناف کی اپنی گھر کی گواہیاں بھی ملاحظہ
فرمائیں۔

بریلویوں کی مشہور و معروف شخصیت مولوی فیض احمد فیض مفتی اعظم گولڑہ شریف اپنی کتاب مہر منیر میں رقمطراز
ہے:

”تحریک قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے ضلع
گورداسپور کے موضع قادیاں میں 1839ء میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا جو
سمرقندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ان کا پیشہ طبابت اور زمیندارہ تھا مرزا غلام احمد علوم مروجہ
عربی فارسی اور طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر 1864ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں بطور
اہل مدقرباً چار سال ملازمت کرتے رہے بعد ملازمت چھوڑ کر اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹانا شروع
کردیا ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مناظرات وغیرہ میں حصہ لیتے رہے
جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ان کے آباؤ اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور مرزا صاحب بھی اپنی
اوائل زندگی میں انہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔“

(مہر منیر صفحہ 165 ایڈیشن 2011)

یہ تو تھا مرزا قادیانی کا عقیدہ و فقہی مسلک اب اسی ضمن میں مختصر تذکرہ حکیم نور الدین کا جو کہ قادیانیوں کا خلیفہ اول اور مرزا قادیانی کا دستِ راست بھی تھا اس کے بارے میں مشہور خفی عالم ابوالقاسم رفیق دلاوری اپنی کتاب رئیس قادیاں میں رقمطراز ہے:

”حکیم نور الدین جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے جانشین اول منتخب ہوئے تھے قصبہ بھیرہ ضلع شاہپور (سرگودھا) کے رہنے والے تھے علوم عربیہ کی تحصیل ریاست رامپور میں کی تھی وہاں سے فراغت پا کر لکھنؤ گئے اور حکیم علی حسن کے پاس رہ کر طب کی تکمیل کی کچھ عرصہ مکہ معظمہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ مہاجر کی کی خدمت میں اور مدینہ منورہ میں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے۔

لیکن ایسے اکابر کی صحبت اٹھانے کے باوجود طبیعت آزادی کی طرف مائل تھی اس لیے خفیت پر قائم نہ رہے پہلے اہل حدیث بنے لیکن اس سے بھی جلد سیر ہو گئے۔ ان دنوں ہندوستان کی فضا نیچریت کے ہنگاموں سے گونج رہی تھی چاہا کہ اس گلشن آزادی کی بھی ذرا سیر کر دیکھیں سرسید احمد خاں کی کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ شروع کیا یہ مسلک پسند آ گیا اور اسی کی صف میں جلوہ گری شروع کر دی۔۔۔۔۔ جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی سے حکیم نور الدین کی ملاقات ہوئی ان ایام میں حکیم صاحب کے نیچری تھے۔“ (رئیس قادیاں صفحہ 144 تا 145 ابوالقاسم رفیق دلاوری)

اللہ کے ناپسندیدہ لوگ [محمد رضوان بھٹوی]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْبَعَةٌ يَبْغِضُهُمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ؛ الْبَيَّاعُ الْحَلَّافُ وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالشَّيْخُ الزَّانِي وَالْإِمَامُ الْجَائِرُ))

چار آدمیوں کو اللہ تعالیٰ انتہائی ناپسند کرتا ہے اور ان سے ناراض ہے۔

① بہت زیادہ قسمیں کھا کر سودا بیچنے والا

② غریب ہو کر تکبر کرنے والا ③ بوڑھا ہو کر زنا کرنے والا اور ④ ظالم حکمران۔

شیخ الحدیث محمد یوسف رحمہ اللہ محدث راجووال

اور ۱۴ جنوری ۲۰۱۴ کا دن

مرتب: ابن بشیر الحسینی الاثری (مدرس دار الحدیث راجووال)

بابا جی رحمہ اللہ نے تقریباً قمری حساب سے ۹۸ سال عمر پائی اور ساری زندگی دین کی آبیاری کرتے گزر گئی۔

ان کی زندگی بے شمار خوبیوں سے مزین تھی وہ مفکر، محدث تھے اور ولی تھے۔ وہ اتحاد چاہتے تھے، ساری زندگی دین کے لئے فکر مند رہے اپنی زندگی کا ہر سانس دین کی خاطر صرف کیا اور اپنے پیچھے ایک جم غفیر شاگردوں کا چھوڑا جو پوری دنیا میں قرآن وحدیث کی صدا بلند کر رہے ہیں اور اپنی یادگار ادارہ دار الحدیث ایک عظیم ترین مرکز کو آباد چھوڑا۔

بابا جی کی زندگی بہت زیادہ پہلوؤں سے منفرد تھی، وہ بہت بڑے سخی تھے، وہ درد دل رکھنے والے انسان تھے، وہ دکھی انسانیت کا ہاتھ تھامنے والے تھے، وہ دین کے طلبا سے والہانہ محبت کرتے تھے، وہ بہت مثالی مہمان نواز تھے، اور بذات خود ایک تحریک تھے، وہ وفادار تھے جس سے چلے اس کے ساتھ زندگی گزار دی، انھوں نے ہر شعبہ میں کام کیا، مثلاً دعوت وتبلیغ، نشر و اشاعت، تحریکوں میں حصہ لینا، قوم کی زمام قیادت کو سنبھالا، مساجد قائم کیں اور دینی جامعات کو عروج پر پہنچایا، وہ ہر اچھے انسان کے قدردان تھے ان کی دوستی اور دشمنی کی بنیاد قرآن وحدیث تھا۔ خوشی وغنی میں قرآن وسنت کو مقدم رکھا۔

اگر میں کہوں کہ وہ اپنی ذات میں ایک تاریخ تھے، وہ بذات خود ایک ادارہ تھے تو یگانہ روزگار تھے تو کوئی بے جا نہ ہوگا، اس مختصر سے عریضے میں ان کی خدمات کا احاطہ نہ ممکن ہے بلکہ اس کے لئے تو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک تاریخ رقم کی جا رہی ہے ان شاء اللہ، جس میں ان کی زندگی کے ہر ہر

پہلو کو واضح کیا جائے گا۔۔ ان سے تعلق رکھنے والے احباب بھی اس پر توجہ دیں۔

۱۴ جنوری کا دن انتہائی افسوس ناک دن تھا کہ اذان فجر سے پہلے راقم اپنے کمرے میں مطالعہ میں مصروف تھا اچانک دروازے پر دستک دی گئی دروازہ کھولا تو شیخ عدنان حفظہ اللہ نے کہا کہ محترم بابا جی وفات پا گئے ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ کہتے ہوئے، دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور نماز فجر شیخ عبید الرحمن محسن حفظہ اللہ نے پڑھائی بڑی مشکل سے قرات کر رہے تھے اور مختصر سی سورتوں پر اکتفا کیا پھر دعا قنوت بھی کی پھر نماز کے بعد والد محترم کی چند نصیحتیں بیان کیں مثلاً: مجھے نئی آبادی راجو وال کے قبرستان میں دفنانا، میرا جنازہ میرا بیٹا حافظ عبدالرحمن پڑھائے، اور میرے کفن کا اہتمام محمد علی جوہر کرے۔ میرے جنازے سے پہلے میری تعریف میں تقاریر نہ کرنے دینا اس موقع پر سب سے بڑی عبرت خود میت ہوتی ہے۔ میرے فوت ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی کلاسز کو مسلسل جاری رکھنا ہے تاکہ طلباء کی تعلیم کا حرج نہ ہو، بس چند گھنٹے پڑھائی کا قتل کر لینا تاکہ تمام طلباء میرے جنازے میں شریک ہو سکیں۔

ان تمام نصیحتوں پر عمل کیا گیا والحمد للہ۔

اور ملک پاکستان کے کونے کونے سے سرزمین راجو وال میں اہل علم وعلوم نبوت کے طلباء اور عام لوگ تشریف لائے جو کم وبیش بیس ہزار سے زیادہ ہوں گے، اور نماز جنازہ محترم ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف حفظہ اللہ نے پڑھائی دوسری نماز جنازہ پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان حفظہ اللہ نے پڑھائی اور جو حضرات اور لیٹ ہو گئے انھوں نے بابا جی کی قبر پر نماز جنازہ کا اہتمام کیا۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے استاد محترم شیخ الحدیث عبدالعزیز علوی، شیخ محمد یونس بٹ، شیخ عبدالحنان، پروفیسر نجیب اللہ طارق، پروفیسر یسین ظفر اور استاد محترم شیخ مسعود عالم حفظہم اللہ نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ جامعہ محمدیہ گوجرانوالا سے استاد محترم شیخ الحدیث عبدالحمید ہزاروی، شیخ خالد بشیر مر جالوی وغیرہ آئے تھے اور جامعہ رحمانیہ لاہور سے استاد محترم شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی، استاد محترم شیخ رمضان سلفی، شیخ حسن مدنی، شیخ شفیع طاہر حفظہم اللہ تشریف لائے تھے۔

فیصل آباد ستیانہ بنگلہ مدرسہ سے استاد محترم شیخ الحدیث عبداللہ امجد چھتوی، شیخ عتیق اللہ سلفی اور دیگر

ساتھی دعاء مغفرت میں شریک ہوئے۔

مفسر قرآن جناب حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

ہفت روزہ الاعتصام کے ذمہ داران جناب حافظ احمد شاہ کرا اور جناب مورخ اہل حدیث محمد اسحاق بھٹی اور محترم حماد شاہ کرا وغیرہ تشریف لائے تھے۔

اور مرکز ابن مسعود لاہور سے جناب استاد محترم شیخ شفیق مدنی اور شیخ محترم کے رفقاء نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

اسی طرح اسلامک انسٹیٹیوٹ مہنتانوالا سے شیخ الحدیث ادریس اثری اور ان کے جامعہ کے دیگر احباب بھی شریک تھے۔

اور میرے جامعہ محمد بن اسماعیل البخاری گندھیاں اوتاڑ قصور سے بھی مہتمم جامعہ قاری ادریس ثاقب اور شیخ الحدیث جناب محمد یوسف قصوری اور تمام اساتذہ اور کافی طلباء نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اسی طرح کراچی سے حافظ عبدالقوی، حافظ عبدالحفیظ روپڑی اور صحیب اللہ بھائی تشریف لائے تھے اور شیخ نور آف کراچی بھی آئے تھے لیکن کراچی کے احباب جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

اس طرح جم غفیر تھا جس سے ثابت ہو گیا تھا کہ باباجی کس قدر اہل علم کے ہاں محبوب تھے، کہ جن کے نماز جنازہ میں پاکستان کے کونے کونے سے شیوخ الحدیث اور علوم نبوت کے طلباء تشریف لائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ باباجی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کے ہاتھ سے شروع ہونے والے ادارے دارالحدیث راجوال کو تاقیامت ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین!

قافلہ حدیث میں مورخ اہل حدیث جناب محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے باباجی کے حالات مفصل لکھے ہوئے ہیں۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

باباجی کے حالات پر مفصل کتاب لکھنا شروع کر دی ہے جس میں مرحوم کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بحث کی جا رہی ہے ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے۔ آمین

اگر کسی کے پاس باباجی کے متعلق کوئی واقعہ یا کوئی ان کی زندگی کے پہلو کے متعلق چیز ہو وہ ہمیں ضرور

مطلع کرے تاکہ اسے بھی جمع کیا جاسکے، اور بابا جی کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا ان سے استفادہ کرنے والے احباب بھی ہم سے رابطہ کریں، اور بابا جی خط و کتابت بھی بہت کیا کرتے تھے اگر کسی کے پاس بابا جی کا کوئی خط ہو تو وہ ہمیں ضرور ارسال کرے۔

ادریس

دارالحدیث الجامعۃ الکملیۃ راجو وال تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ: 03024056187

(بقیہ فرشتوں کا تعارف)

(2) احساسِ اذیت: جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص پیاز، لہسن اور گندنا کھا کر ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جس چیز سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی اذیت ہوتی ہے۔“ (مسلم 90/2)

(3) خاصانِ خدا سے محبت

جس طرح بھی ممکن ہو بہر کیف فرشتے محبت بھی کرتے ہیں اور اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جناب جبرائیل کو حکم ہوتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبرائیل اس سے محبت کرتے ہیں پھر جبرائیل آسمان والوں کو پکار کر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو محبوب رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ اور آسمان والے بھی اس بندے سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جو کوئی آسمانوں میں محبوب ہوتا ہے وہ زمین والوں میں بھی محبوب ہوتا ہے۔

عظیم ترین مخلوق اور باہمی فرق: فرشتے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین مخلوق ہیں ان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے نمایاں فرق بھی ملحوظ رکھا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا کہ جبرائیل کے چھ سو پر ہیں جبکہ بعض فرشتوں کے صرف دو، تین تین یا چار چار پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

”سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (سورۃ الفاطر 1)

فرشتوں کا تعارف

فیہما للہ محمدی (مستعلم جامعہ ہذا)

تعارف

ملائکہ کا واحد ملک ہے۔ فرشتے باری تعالیٰ کی سب سے طاقتور اور معصوم مخلوق ہیں۔ انکی تعداد صرف اللہ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور ان کا بدن نور سے بنایا۔ اور ان کو اپنی قدرت اور ارادے سے کائنات کے انتظام و انصرام کیلئے مقرر کیا۔ ان کا کام صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور حکم کی تعمیل ہے۔ ان میں نافرمانی اور سرکشی کا مادہ پایا ہی نہیں جاتا۔ بعض کا کام ہے کہ وہ دن رات اللہ کی تسبیح و اذکار، دعا اور یاد الہی میں لگے رہتے ہیں۔ اور اس کام سے ذرہ برابر بھی نہیں اکتاتے۔ نہ ان میں کسی قسم کا فخر یا گھمنڈ پیدا ہوتا ہے۔

ان کے مادہ تخلیق سے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے فرشتے نور سے، جنات آگ سے اور آدم کو اللہ کے فرمان کے مطابق سڑے ہوئے گارے والی مٹی سے بنایا گیا۔

فرشتوں کے مراتب

بنی نوع انسان کی طرح فرشتوں میں بھی مرتب پائے جاتے ہیں۔ بعض فرشتوں کو دوسروں کی بہ نسبت اللہ کا زیادہ تقرب حاصل ہے۔

فرشتوں کے کام

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ قدرت کے اس بہت بڑے کارخانے میں چاند، سورج، زمین و آسمان، سمندر اور پہاڑ مشین کے پرزوں کی طرح کام کر رہے ہیں۔ بے شمار مظاہر فطرت مختلف ڈیوٹیوں پر لگے ہوئے ہیں۔ قرآن اور احادیث میں بعض بڑے فرشتوں کے نام اور ان کے کام ذکر کئے گئے ہیں۔

(1) حضرت جبرائیل علیہ السلام: آپ کو روح القدس یعنی پاکیزہ روح بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت اور امانت کی توصیف فرمائی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ - مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ﴾

”بے شک یہ قرآن ایک باعزت فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے۔ جو بڑی قوت والا اور عرش والے کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے۔ وہاں وہ سردار مرتبے والا ہے۔“

نبی و رسول اور رب کے دیگر برگزیدہ بندوں کا اللہ سے جو تعلق ہے حضرت جبرائیل اس میں واسطہ ہوتے ہیں۔ اور آسمانی سفارت کو بندوں تک بلا کم و کاست پہنچانے کا عظیم المرتبت فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۔ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾

”اور یہ (قرآن اللہ) پروردگارِ عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اتر رہا ہے۔ تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو۔ (اور القا بھی) فصیح تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ۔“ (سورۃ الشعراء 194-192)

واقعہ معراج کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ کے اس عظیم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہونے کا شرف جس فرشتے کو حاصل تھا وہ جبرائیل امین ہی تھے۔

(2) حضرت میکائیل: بارش اور روزی پہنچانے کا کام آپ کے سپرد ہے۔

(3) حضرت عزرائیل: موت یعنی روح قبض کرنے کا کام ان کے سپرد ہے۔

(4) حضرت اسرافیل: قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔

(5) حاملینِ عرش: یہ تعداد میں چار ہیں قیامت کے دن ان میں مزید چار کا اضافہ ہو جائے گا اور اس طرح ان کی تعداد آٹھ عدد ہو جائے گی۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

”اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اپنے سروں پر اٹھائے ہوں گے۔“

(سورۃ الحاقۃ 17)

(6) رضوانِ جنت: یہ جنت کے دربان ہیں۔ حور و غلمان اور جنت کے جملہ خدام کی نگرانی بھی انہیں کے ذمہ ہے۔

(7) خدامِ جنت: ان کی گنتی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

”اور فرشتے (جنت کے) ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے۔ اور (کہیں گے) تم پر رحمت ہو

(یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔“ (سورۃ الرعد 23)



(8) مالک فرشتہ دوزخ: دوزخ کے انتظام کیلئے جو فرشتے مقرر ہیں ان کی تعداد 19 عدد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ہم عنقریب اس کو سقر میں داخل کریں گے۔ اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟۔ (وہ آگ ہے کہ) ناباقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ اور بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔۔ اس پر انیس داروغہ ہیں۔۔ اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں اور ان کا شمار کافروں کی آزمائش کے لئے مقرر کیا ہے۔“ (سورۃ المدثر 26 تا 31)

(9) کراماً کاتبین: یہ انسان کے ہر اچھے برے عمل کو درج کرنے والے فرشتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

”تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔ جو باعزت ہیں اور تمہارے اعمال کو لکھنے والے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔“ (سورۃ الانفطار 10 تا 12)

(10) دعا کرنے والے فرشتے

کچھ فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ ایک مومن جب کسی دوسرے مومن کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے اللہ قبول فرما اور دعا کرنے والے کو بھی وہ ہی مرحمت فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مسلمان کی دعا اپنے بھائی کیلئے اس کے پس پشت قبول ہوتی ہے۔ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کیلئے دعائے خیر کرتا ہے تو وہ مؤکل فرشتہ جو اس کے سر کے پاس کھڑا ہوتا ہے آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لئے بھی اتنا ہے۔ (مسلم 86/1)

فرشتوں کی بعض صفات

(1) حیا: شرم و حیا اس مخلوق کا امتیاز ہے فرشتے اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں جس طرح اظہار کی اللہ نے انہیں توفیق بخشی ہوتی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان کے اندر شرم و حیا بہت زیادہ تھی آپ کے اس وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”میں ایسے شخص سے کیوں حیا نہ کروں کہ جس سے آسمان کے فرشتے بھی شرماتے ہوں۔“

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ کلمی جی محمد محمود کی یادگار

بنام

الجامعۃ الاسلامیۃ السلفیۃ جامع مسجد مکرم اہل حدیث ماڈل ناؤن گوجرانوالہ



انشاء اللہ العزیز

امح الکتب بعد کتاب اللہ

عظیم الشان

صحیح بخاری

6 جون

پُرور جمعہ مبارکہ

بعباز عصر

حضرت مولانا فضیلہ شیخ عبد اللہ ناصر محمادی حافظ کراچی

بخاری شریف کی آخری حریف پُرورن ارشاد فرمائیں گے انشاء اللہ

حضرت مولانا فضیلہ شیخ عبد الوہید ساجد صاحب حفظہ اللہ بخاری شریف

محمد اسماعیل سلمیٰ کلمی 0324-6418595

طلبا جامعۃ اسلامیه سلفیۃ مسجد مکرم اہل حدیث ماڈل ناؤن گوجرانوالہ